ہندو اور مسلمان میں کیا فرق ہے؟

حق البیان

فِی رَدِّ وَسَاوِسِ الشَّیطَانِ

تصنیف لطیف

حضرت علامہ مولانا محمد رفیق نقش بندی دامت برکاتہم العالیہ

مکتبہ نورِ بصیرت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

درودِ ابراہیمی

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ
مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ
وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ
مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی
اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

بلغ العلیٰ بکمالہٖ
کشف الدجیٰ بجمالہٖ
حسنت جمیع خصالہٖ
صلوا علیہ وآلہٖ

حق البیان

فِیْ رَدِّ وَسَاوِسِ الشَّیْطَانِ

تصنیف لطیف

حضرت علامہ مولانا محمد رفیق نقش بندی دامت برکاتہم العالیہ

امام وخطیب جامع مسجد رضا ہلدی والا کارخانہ، داتا نگر بادامی باغ، لاہور

مکتبہ نورِ بصیرت

نام کتاب	:	حَقُّ الْبَیَان فِیْ رَدِّ وَسَاوِسِ الشَّیْطَانِ
مصنف:	:	حضرت علامہ مولانا محمد رفیق نقش بندی دامت برکاتہم العالیہ
صفحات	:	96
سالِ اشاعت	:	اگست 2013ء / رمضان 1434ھ
تعداد	:	گیارہ صد
قیمت	:	90

مکتبہ نورِ بصیرت

فہرست

✿✿✿✿

وہابیوں کے خودساختہ دلائل

ہندو اور مسلمان میں کیا فرق ہے!

تم بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا؟

ہندوازم	آج کا مسلمان	حضور ﷺ اور صحابہ کرام کا عمل
۱-بتوں کی پوجا	قبروں کی پوجا	آپ ﷺ قبرستان جا کر قبر والوں کے لیے دعائے مغفرت فرماتے تھے قبروں کی پوجا کرنا قبر والوں سے مانگنا شرک ہے اور شرک کرنے والا ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔
۲-دیوالی پر چراغاں اور آتش بازی	شب برأت پر چراغاں اور آتش بازی	یہ ہندوانہ رسمیں ہیں، شیطانی عمل ہیں اور شریعت کے خلاف ہیں۔
۳-مندر کو غسل دینا اور دھوون پینا	قبروں کو غسل دینا اور دھوون پینا	آپ ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور آئمہ کرام نے کسی بھی قبر کو غسل نہیں دیا یہ بدعت ہے۔ بدعت کہتے ہیں دین میں نئی چیز داخل کرنے کو بدعتی کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ (بخاری)
۴-بتوں پر اور میت پر پھول ڈالنا	قبروں پر اور میت پر پھول ڈالنا (پھول تو خوشی کی علامت ہے)	آپ ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور آئمہ کرام نے کسی بھی قبر پر پھول نہیں چڑھائے اور نہ ہی میت پر پھول ڈالے۔ یہ بدعت ہے۔

۵-مندر میں اگربتی اور چراغ جلانا	قبروں پر اگربتی اور چراغ جلانا	آپ ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کبھی کسی قبر پر اگربتی اور چراغ نہیں جلائے۔ یہ بدعت ہے۔(مشکوۃ)
۶-بھجن گانا	قوالیاں گانا	آپ ﷺ نے موسیقی کو شیطان کی آواز کہا ہے۔(مشکوۃ، فتاویٰ عالمگیری)
۷-پرشاد تقسیم کرنا	تبرک تقسیم کرنا غیر اللہ کی نذر و نیاز کرنا	آپ ﷺ صحابہ کرام اور آئمہ کرام نے کبھی کسی قبر پر کوئی کھانے پینے کی چیز تقسیم نہیں کی اور قبر پر نذر و نیاز کرنا شرک ہے۔ اگر ایصالِ ثواب کے لیے ہو تو جائز ہے۔
۸-بتوں کو سجدہ کرنا اور بتوں کے آگے جھکنا	قبروں کو سجدہ کرنا اور قبروں کے آگے جھکنا	قبروں کو سجدہ کرنا اور جھکنا شرک عظیم۔
۹-بتوں سے مانگنا	۹-قبر والوں سے مانگنا۔	یہ کھلم کھلا شرک ہے ہر کام اور ہر حاجت صرف اللہ تعالیٰ ہی پوری کرنے والا ہے۔
۱۰-مندر میں چادر چڑھانا	قبروں پر چادر چڑھانا۔	آپ ﷺ صحابہ کرام اور آئمہ کرام نے کبھی کسی قبر پر چادر نہیں چڑھائی (یہ بدعت ہے)
۱۱-مندر کی سیڑھیوں کو چومنا	مزاروں کی سیڑھیوں پر ماتھا رگڑنا	یہ شرک ہے۔
۱۲-بتوں سے منتیں مانگنا	قبروں سے منتیں مانگنا	تمام حاجتیں اللہ تعالیٰ ہی پوری کرنے والا ہے غیر اللہ سے منتیں مانگنا حرام ہے۔
۱۳-مندروں پر چڑھاوے چڑھانا	قبروں پر چڑھاوے چڑھانا	قبر پر چڑھاوے چڑھانا شرک ہے۔

۱۶-فوتگی پر گیارھویں، بارھویں، تیرھویں، برسی پر تمام لوگوں کو کھانا کھلانا اور مختلف قسم کی رسمیں	فوتگی پر قل، دسواں، بیسواں، تیسواں، چالیسواں برسی اور تمام لوگوں کو کھانا کھلانا۔ گیارھویں حرام اس کو کفر کہنا چاہیے۔	آپ ﷺ نے فرمایا میت کے گھر کھانا کھانا حرام ہے۔ صرف ان لوگوں کے لیے جو قریبی رشتے دار خونی رشتے دار اور دور دراز سے آئے ہوئے مسافر، جائز ہے قل، دسواں، بیسواں، چالیسواں، برسی یہ حضور ﷺ سے ثابت نہیں یہ بدعت ہے۔
۱۵-شادی پر تیل، مہندی، مائیو، سہرابندی، بارات، جہیز، آتش بازی، ناچ گانا، ڈانس اور مختلف قسم کی بے ہودہ رسمیں	شادی پر تیل، مہندی، مائیو، سہرابندی، بارات، جہیز، آتش بازی، ناچ گانا، ڈانس اور مختلف قسم کی بے ہودہ رسمیں	شادی بیاہ پر یہ بے ہودہ رسمیں شریعت کے خلاف ہیں اور حضور ﷺ نے بے جا اسراف کو منع فرمایا ہے۔ بارات ہندوانہ عمل ہے، جہیز مانگنا اور لڑکی والوں کے گھر کھانا کھانا حرام ہے اور بے جا اسراف کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں صرف نکاح اور ولیمہ سنت ہے۔
۱۶-مندروں میں عورتوں اور مردوں کا ملاپ گھنٹی بجانا	مزاروں پر عورتوں اور مردوں کا ملاپ اور دھمال ڈالنا، گھنٹی بجانا	یہ شیطانی عمل ہے اور شریعت کے خلاف ہے۔
۱۷-رکشاء بندھن	امام ضامن	شرک ہے۔ (شرح عقائد)
۱۸-میت پر عورتوں کا بین اور ماتم کرنا	میت پر عورتوں کا بین اور ماتم کرنا	نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو عورتیں میت پر بین اور ماتم کرتی ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے ان پر لعنت بھیجتے ہیں جو عورتیں صبر کرتی ہیں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت نازل فرماتے ہیں۔ (مسلم) سوگ صرف تین دن تک ہے۔

۱۹-شرادہ	عرس	کتاب اللہ میں عرس کا لفظ ہے نہ سنت رسول میں اس کا نام ونشان۔ یہ بدعت ہے اور بدعتی کا ٹھکانہ جہنم ہے۔
۲۰-رام لیلیٰ اور گھنیش کا جلوس	مختلف مذہبی جلوس	حضور ﷺ، صحابہ کرام، آئمہ کرام اور بزرگانِ دین نے کبھی کسی قسم کا کوئی جلوس نہیں نکالا۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد: تم جس قوم کے رسم ورواج کو اپناؤ گے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسی قوم کے ساتھ تمہیں اٹھائے گا۔

مسلمانو!

یہ سب کام شرک اور بدعت ہیں۔ اور یہ سب کام جہنم کی طرف لے کر جاتے ہیں ان کاموں سے بچیئے اور اللہ تعالیٰ کی جنت کے حق دار بنئے اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو ان کاموں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

حرفِ آغاز

مسلمانوں میں اتحاد اور اتفاق کا سبق

اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی حمد وثناء اور سرورِ عالم ﷺ پر درود وسلام

الصلٰوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

و علٰی اٰلِکَ وَ اَصْحَابِکَ یا حبیب اللہ

کے بعد عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۪ وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖٓ اِخْوَانًا وَ کُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَۃٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَکُمْ مِنْھَا کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمْ اٰیٰتِہٖ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ۔ (آلِ عمران:۱۰۳، پارہ:۴)

ترجمہ: اور اللہ کی رسی مضبوط تھام لو سب مل کر اور آپس میں پھٹ نہ جانا۔ اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب تم میں بَیر تھا۔ اس نے تمہارے دلوں میں ملاپ کر دیا۔ تو اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی ہو گئے اور تم ایک غار دوزخ کے کنارے پر تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچا دیا۔ اللہ تم سے یوں ہی اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے۔ کہ کہیں تم ہدایت پاؤ۔

اس آیت کریمہ سے بہت سے فائدے حاصل ہوئے۔ چند عرض کیے
جاتے ہیں:

۱- اللہ تعالیٰ کی رسی سے مراد سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ یعنی رسی کے ذریعے سے ہی ہمارا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہے۔ جب تک ہمارا رسی کے ساتھ یعنی سرورِ عالم کے ساتھ محبت اور پیار نہیں ہوگا، ہمارا رب تعالیٰ کے ساتھ تعلق قائم نہیں ہوسکتا۔

۲- شیطان ہمارا دشمن ہے۔ ہر وقت جہنم کی طرف دھکیلتا رہتا ہے۔ لہٰذا جب تک ہمارا ہر وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف دلی تصور نہیں ہوگا ہم برائیوں سے باز نہیں رہ سکتے۔

۳- جمیعاً سے ثابت ہوا سب مل کر متفقہ طور پر رہنا۔ الگ الگ نہ ہونا۔

۴- تَفَرَّقُوْا سے ثابت ہوا کہ اللہ و رسول کو تفرقہ بازی قطعاً پسند نہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: سوادِ اعظم کو مضبوطی سے پکڑے رکھو۔ جو اس سے الگ ہوا وہ جہنم میں گیا۔

۵- سوادِ اعظم اتفاق اور اتحاد اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔

۶- تفرقہ بازی جہنم میں لے جانے والی ہے۔

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔

ترجمہ: ''اور ان جیسے نہ ہونا جو آپس میں پھٹ پڑے اور ان میں پھوٹ پڑ گئی بعد اس کے کہ روشن نشانیاں انھیں آ چکی تھیں اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔'' (آلِ عمران: ۱۰۵، پارہ: ۴)

اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے:

۱- اللہ تعالیٰ جل شانہ ان لوگوں کو جو تفرقہ بازی میں مبتلا ہو گئے بہت بڑے عذاب سے آگاہ فرمارہا ہے۔

۲- جن لوگوں نے آپس میں اسلام میں یا شریعت میں اختلاف کیا اور ان کی آپس میں پھوٹ پڑ گئی انھیں بہت بڑے عذاب کی وعید سنائی جارہی ہے۔

تاریخ گواہ ہے جب تک مسلمانوں میں اتفاق اور اتحاد اور محبت و مروت رہی وہ دنیا جہان پر چھا گئے ساری دنیا میں ان کا دبدبہ اور تسلط و رعب قائم رہا جب ان میں پھوٹ پڑ گئی اور تفرقہ بازی میں مبتلا ہو گئے اور اختلاف میں پڑ گئے تو وہ دنیا میں ذلیل وخوار ہوئے۔

ملک ہندوستان میں دشمن اسلام انگریز کی چال

یہ تفرقہ بازی ملک ہندوستان میں کیسے آئی۔ مسلمان مغل شہنشاہوں نے تقریباً 8 سو سال حکومت کی۔ مسلمانوں میں تفرقہ بازی کی بدبو نہیں پھیلی۔ یہ صرف انگریز کی لعنت ہے جو اس ملک میں پھیلی۔ انگریز نے اپنی قلیل فوج کو مضبوط کرنے اور ملک ہندوستان میں اپنی حکومت کو مضبوط کرنے کے لیے مسلمانوں میں تفرقہ بازی سے کام لیا۔ وہ اپنی تھوڑی اور کم زور فوج کے ذریعے اتنے بڑے ملک ہندوستان پر مسلط نہیں ہو سکتے تھے۔ انھوں نے غداروں کو خریدا۔ دولت اور عہدوں کا لالچ دے کر اپنوں کو اپنوں سے قتل کروادیا۔ اور خود تسلط جما کر قبضہ کر بیٹھے۔ جن جن مسلمانوں نے انگریز کے خلاف حریت پسندوں کا ساتھ دیا تھا، ان کو چن چن کر اذیتوں کے ساتھ شہید کیا گیا۔ انگریزوں کو یقین تھا کہ ہمارے مدمقابل مسلمان ہی ہیں۔ ہر میدان جنگ میں ہمارا مقابلہ مسلمانوں سے ہوا ہے۔ لہٰذا انگریز کے ذہن میں تھا کہ مسلمانوں کو ختم کیا جائے۔ ذلیل و خوار کیا جائے۔ انھیں منظّم ہونے کے مواقع نہ دیئے

جائیں۔انگریز کی انتقامی کارروائی ملاحظہ ہو:

''دشمن اسلام انگریز کے مسلمانوں پر مظالم''

۱- شاہی خاندان کے مغل شہزادوں کو رتھ پر سوار ہوتے ہمایوں کے مقبرہ کے پاس سے جب انگریز جرنیل ہڈسن نے دیکھا۔تو بچوں کے مقامِ دل پر تین تین گولیاں ماریں۔شہزادوں کو شہید کر دیا گیا۔(غلام رسول مہر:۱۸۵۷)

۲- دلی کے آس پاس جتنے شہزادے ملے پکڑے گئے ان کی تعداد انتیس بیان کی جاتی ہے سب کے سب پھانسی پر لٹکائے گئے۔(غلام رسول مہر)

۳- ان کی لاشوں کو پہلے کووں گدھوں کتوں نے کھایا اور بعد میں ڈھانچے دریا میں ڈال دیئے گئے۔

۴- انگریز سپاہ شہر میں داخل ہوتی تو اس کے سامنے جو مرد آتا اس کو گولی ماردی جاتی۔(عروج انگلشیہ صفحہ ۷۰۵،مولوی ذکا اللہ)

۵- ۱۹،ستمبر ۱۸۵۷ء کو دہلی پر قبضہ ہوا تھا۔ایک انگریز جنرل لکھتا ہے کہ جب ہم دہلی لاہوری دروازے سے نکل کر چاندنی چوک پر گذرے،تو دہلی کو شہر خموشاں یعنی قبرستان ہی پایا۔صرف گھوڑوں کے سموں کی آواز آتی تھی اور کوئی آواز نہ آتی تھی۔کتے نعشوں کو جھنجھوڑتے گدھ اور کوے لاشوں کو کھاتے تھے۔(غلام رسول مہر ۱۸۵۷ لاہور)

۶- سید کمال الدین حیدر نے لکھا ہے: دہلی میں ستائیس ہزار مسلمانوں نے پھانسی پائی۔سات دن قتل عام رہا۔اس کا حساب نہیں۔بچوں اور عورتوں سے جو سلوک کیا گیا بیان سے باہر ہے جس کے تصور سے دل دہل جاتا ہے۔

(غلام رسول مہر ۱۸۵۷ مطبوعہ لاہور)

۷- مسجدوں کو ویران کیا گیا۔ دہلی کی جامع مسجد کو سکھوں کا ہیڈ کوارٹر بنا دیا گیا۔ دوسری مساجد کو سکھوں کی بارکیں بنا دیا گیا۔ (عروج عہد انگلشیہ ،مولوی ذکاءاللہ)

۸- الہ آباد میں بیالیس ہزار آدمیوں کو پھانسی دی گئی۔

۹- کرنل نیل نے ایک مکان کے اندر سور کو قتل کیا جاتا اور مسلمانوں کو کہا جاتا کہ اسے چاٹے تو جو چاٹتا وہ بھی جو نہ چاٹتا اسے بھی گولی کا نشانہ بنایا جاتا فوج جب گشت کرتی جو دیہات گاؤں آتے ان میں آگ لگا دی جاتی یہ واقعہ ۲۵ جولائی ۱۸۵۷ء کو ہوا۔

۱۰- مسلمانوں کو لائن میں کھڑا کیا جاتا۔ ایک بڑا کڑاہا تیل سے تپایا جاتا۔ ایک ایک مسلمان کو زندہ حالت میں سور کی کھال یا گائے کی کھال میں سی کر اس کڑاہے میں ڈال دیا جاتا۔ (غلام رسول مہر ۱۸۵۷ مطبوعہ لاہور)

۱۱- اجنالے کے اردگرد پہرے کھڑے کر دیئے گئے۔ تاکہ کوئی آدمی تھانے کی طرف نہ جائے۔ دس دس آدمیوں کی ٹولی کو جو قیدی تھے باہر لایا جاتا۔ جہاں سپاہی تیار ہوتے ان قیدیوں کو شہید کر دیتے۔ یہ انگریز جنرل کوپر نے خود لکھا ہے۔ (غلام رسول مہر)

یہ گولی کی سزا اس لیے دی جاتی کہ انھوں نے آزادی حاصل کرنے کا تصور کیا تھا۔

۱۲- پاک و ہند کی صنعتوں کو لوٹ کر انگلستان پہنچایا گیا یہاں کی ہر قیمتی اشیاء کو لوٹ کر انگلستان پہنچایا گیا۔ جب انگریز اپنی کمال عیاری سے ملک پر قبضہ کر رہے تھے۔ دونوں ہاتھوں سے یہاں کی دولت کو لوٹ رہے تھے۔ ہندوستان کی وہ صنعتیں جنھوں نے یورپ کی مصنوعات و پارچہ جات کو مقابلے میں بالکل ردی ثابت کر دیا تھا، انھوں نے انھیں ٹھکانے لگا کر

یہاں کے پارچہ بانوں اور صنعت کاروں کو محتاج بنادیا۔

(قاضی شوکانی، نواب صدیق حسن خان بھوپالی، ترجمان وہابیہ، مطبوعہ امرتسر صفحہ ۳۴)

۱۳- امرتسر کے ڈپٹی کمشنر کوپر نے باغیوں کو گرفتار کرایا۔ انھیں تھانے میں لے جایا گیا۔ اور ایک بند کمرے میں ٹھونس دیا گیا۔ تھانے کے قریب ایک اندھا کنواں تھا۔ دس دس قیدیوں کو باندھ کر باہر لایا جاتا۔ اور باڑھ ماردی جاتی اور لاشوں کو کنویں میں پھینک دیا جاتا اسی طرح ۲۳۷ سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ اتنے میں معلوم ہوا کہ باقی قیدی کمرے سے باہر نہیں نکلتے۔ جب دروازہ کھول کر دیکھا گیا تو ۴۵ افراد خوف وحبس اور گھٹن کی وجہ سے تڑپ تڑپ کر مر چکے تھے۔ ان کی لاشیں بھی کنویں میں ڈالی گئیں اور اوپر سے مٹی ڈال دی گئی۔ پنجاب کے گورنر لارنس نے کوپر کی اس سفاکی اور بربریت کی بڑی توصیف وستائش کی۔

(ایڈورڈ ٹامس انقلاب ۱۸۵۷ء کا دوسرا رخ۔ ترجمان اہل سنت کراچی جولائی ۱۹۷۵ء)

۱۴- جانسن کی رائے تھی کہ موت کی سزا طرح طرح کی تکلیفیں دے کر دی جائے۔ مثلاً مجرم کی کھال اتار دی جائے۔ زندہ جلایا جائے۔ پھانسی آسان موت ہے۔ مسلمانوں کو پکڑ کر کوتوالی لے جایا جاتا اور سزادی جاتی۔ پشاور سے لے کر مشرق وشمالی ہند تک شاید ہی کوئی مالدار مولوی، نمازی، مسلمان ہوگا جو پکڑا نہ گیا ہو اور شہید نہ کیا گیا ہو۔ دس برس تک برابر ہندوستان کے مسلمانوں پر قیامت صغریٰ برپا رہی۔

(مروجہ عہد انگلشیہ از مولوی ذکاء اللہ از ترجمان اہل سنت کراچی جولائی ۱۹۷۵ء)

۱۵- ایڈورڈ ٹامس لکھتا ہے: اب ہم شہر نہیں جاتے۔ اس لیے کہ کل ایک ایسا دردناک نظارہ دیکھا جس سے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور وہ یہ کہ

راستہ میں ہم نے ۱۴عورتوں کی نعشوں کو شالوں میں لپٹے ہوئے بازار میں پایا جن کے سر اِن کے شوہروں نے خود کاٹے تھے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ غیرت مند شوہروں نے خود ان کے گلے کاٹے تھے۔ تاکہ انگریز سپاہی ان کی عصمت دری نہ کریں اور خود بھی شہید ہو گئے۔ ہم نے دیکھا کہ ایک طرف ان کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ (ایڈورڈ ٹامس)

(ترجمان اہل سنت کراچی، جولائی ۱۹۷۵ء)

اسی طرح کے بے انتہا اور لاتعداد واقعات ہیں جنھیں طوالت کی وجہ سے ترک کیا جاتا ہے۔

انگریز نے یہ بربریت ظلم وتشدد اور خون ریزی گھروں میں سڑکوں میں اور عبادت گاہوں میں پھیلا دی۔ خون کی ندیاں بہا دی گئیں۔ انگریز کا مدمقابل مسلمان ہی تھا۔ یہ واقعات اس لیے تحریر کیے گئے ہیں کہ ظالم انگریز نے مسلمانوں پر ہی یہ ظلم ڈھائے۔ اب جو انگریز حکومت کو کہے میں (گنگوہی) سرکار کا فرماں بردار ہوں۔

(عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی، تذکرۃ الرشید جلد اول صفحہ ۷۹)

تو وہ پکا اور سچا مسلمان کیسے ہو سکتا ہے۔

جیسا کہ آپ حضرات (گنگوہی و نانوتوی صاحبان) اپنی مہربان سرکار کے دلی خیر خواہ تھے۔ تازیست خیر خواہ ہی ثابت رہے۔

(عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی، تذکرۃ الرشید، جلد اول صفحہ ۷۹)

ب- عاشق الٰہی میرٹھی جو رشید احمد کے معتقد اور مدح خواں ہیں علی الاعلان کہتے ہیں کہ اکابر دیوبند تمام عمر برٹش گورنمنٹ کے خیر خواہ رہے۔ کسی دیوبندی عالم نے اس خیال کی تردید نہیں کی درایں حالات ان پر برٹش گورنمنٹ سے لڑنے یا اس کی بدخواہی کا دعویٰ کرنا سراسر غلط ہے یہ حکومت انگلشیہ کے خیر خواہ ہی رہے۔

ج- ۲۲مئی ۱۸۵۷ء کونماز جمعہ کے بعد مولانا محمد احسن (دیوبندی) نے بریلی کی مسجد نومحلّہ میں مسلمانوں کے سامنے ایک تقریر کی اور اس میں بتایا کہ حکومت انگریزی سے بغاوت کرنا خلافِ قانون ہے۔

(مولانا محمد احسن نانوتوی ازایوب قادری دیوبندی)

ورنہ حقیقت میں اگران حضرات نے انگریزوں سے لڑائی کی ہوتی توکم ازکم دس بیس بڑوں کوضرورانگریزوں نے پھانسی پرلٹکایا ہوتا۔لیکن معاملہ برعکس ہے کہ ڈیڑھ سال بعدصرف ایک مولانا رشید احمد گنگوہی کوپکڑا گیا۔ان کی انگریز دشمنی کا کوئی معمولی سا بھی ثبوت خودحکومت کو نہ مل سکا۔ان حقائق کے پیشِ نظرعبارت درست معلوم ہوتی ہے کہ یہ حضرات برٹش گورنمنٹ کی حمایت میں حریت پسندوں سے لڑے تھے۔

۱۶- غدارحکومت انگلشیہ نے سکولوں اور کالجوں میں انگریزی تعلیم کی طرف زیادہ توجہ دی۔ان میں انگریزی ضروری لازمی قرار پائی بلکہ یہ بھی اعلان تھا کہ جوانگریزی جانتا ہو۔اور جس نے سکولوں اورکالجوں میں تعلیم حاصل کی ہوگی اسے ملازمت دی جائے گی۔ان سکولوں میں عربی فارسی،قرآن و حدیث وفقہ نہیں پڑھائی جاتی تھی جس سے دین اسلام کو خاصا نقصان ہوا۔اب جو بچے انگریزی سکولوں میں تعلیم حاصل کرکے فارغ ہوتے تھے انھیں ہرجگہ ملازمت مل جاتی تھی لیکن جس نے دینی مدارس میں تعلیم حاصل کی تھی انھیں کوئی نہیں پوچھتا تھا۔جب مذہبی تعلیم کوسکولوں اورکالجوں سے قطعاً خارج کردیا گیا تو دینی علوم حاصل کرنے والے مسلمان ملازمتوں سے محروم رہ کر دربدر کی ٹھوکریں کھانے لگے۔ان حالات میں کون ساوالد ہے جواپنے بیٹے کو بے روزگار دیکھنا چاہتا ہو؟ انھیں دربدر کی ٹھوکریں

کھاتے ہوئے دیکھنا پسند کرتا ہو؟ اگرچہ دوسری طرف ایمانی غیرت اور دینی محبت دامن جھٹکتی تھی لیکن اولاد کی خوش حالی اور بدحالی کے جو مناظر روزانہ نگاہوں کے سامنے آرہے تھے ان کے پیش نظر اکثر حضرات نے اپنے بچوں کے لیے سکولوں اور کالجوں کا راستہ ہی اختیار کیا۔

دینی مدارس کا وظیفہ جو پہلے تمام حکمران ادا کرتے تھے انگریزی حکومت نے وہ تمام وظائف اور سہولتیں چھین لیں۔ جس سے دینی تعلیم کو بہت نقصان ہوا۔ جو بچے باہر سے آکر تعلیم حاصل کرتے تھے ان کی خوراک، کپڑے، اور دیگر اخراجات مدرسہ پورے کرتا تھا اور دیگر جب یہ سہولتیں ختم ہوگئیں، طلبا کا آنا ختم ہوگیا تو دین کا کافی نقصان ہوا۔ اور انگریز کی حوصلہ افزائی ہوئی۔

۱۷- کتب خانوں مدرسوں اور خانقاہوں کی بربادی: انگریز کا خیال تھا کہ مسلمان اپنے پہلے بزرگوں کی کتابیں، تفسیریں، احادیث کی شروحات بڑے شوق سے پڑھتے ہیں جن سے انھیں ایمانی دولت ملتی ہے آپس میں محبت بڑھتی ہے۔ شریعت پر عمل کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اور انھیں کتابوں سے جذبہ جہاد بھی پیدا ہوتا ہے۔ اور استاد اپنے اپنے شاگردوں کو انھیں کتابوں سے تعلیم دیتے ہیں۔ انگریزوں نے مدرسوں و کتب خانوں اور خانقاہوں کو بھی برباد کردیا۔

۱۸- انگریز کو مسلمانوں سے جو سب سے زیادہ خطرہ تھا۔ وہ جذبہ ایمان تھا۔ مسلمانوں کی تمام عبادتیں اتفاق، اتحاد اور محبت ہی سکھاتی ہیں۔ انھیں معلوم تھا کہ اسی جذبہ ایمان نے قیصر و کسریٰ کی دیرینہ عظمتوں کو حرفِ غلط کی طرح مٹا کر رکھ دیا تھا۔ مٹھی بھر مسلمان جوانوں نے صلیبی جنگوں میں نہ صرف یورپ کو شکست دی تھی بلکہ قبلہ اول کو تثلیث پرستوں کے چنگل سے

بچانے کی خاطر پوری دنیا عیسائیت کی مجموعی طاقت وقوت، کو کچل کر بیت المقدس کے نزدیک دفن کر دیا تھا۔ جس کے راستے میں پہاڑوں کی بلندیاں اور سمندروں کی گہرائیاں بھی حائل نہ ہو سکی تھیں۔ یہ تاریخی حقائق تھے کہ مسلمانوں کی جواں مردی، جہاں بانی، قوت ایمانی اور ایمان پر جان قربان کرنا انگریز کی نیندیں حرام کر رہا تھا۔

انگریز نے بہ خوبی اندازہ لگا لیا تھا کہ مسلمانوں کی جواں مردی اور جہاں بانی حقیقت میں ان کی قوت ایمانی کے ثمرات ہیں۔ اگر اس گنج گراں مایہ اور سرمایہ حیات کو ان کے دلوں سے کسی طرح خارج کر دیا جائے تو مسلمانوں اور دیگر اقوام میں کوئی ایسا امتیاز باقی نہ رہے گا جو دیگر اقوام وممالک کو ان کے سامنے جھکنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ اور جس کی بہ دولت قوموں اور ملکوں کی تقدیریں ان کی نوک شمشیر سے لکھی جاتی رہی ہیں۔ اسی مقصد کو حاصل کرنے کی غرض سے اس نے سب سے پہلے زرخرید علما کو خریدا۔ انھوں نے انگریز کی ترجمانی کرتے ہوئے مسلمانوں کے دلوں میں نورِ ایمان کو ختم کرنے کی کوشش کی۔

حضور سرورِ کونین ﷺ کے فرمان کا مفہوم ہے تم میں کوئی بھی ایمان والا نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اسے اس کے بیٹے باپ تمام انسانوں بلکہ تمام جمیع اشیا سے زیادہ پیارا نہ ہوں۔ لہٰذا زرخرید علما نے سب سے پہلے سرورِ عالم ﷺ کی شانِ اقدس کو گھٹایا اور یہاں تک ثابت کرنے کی مذموم وناپاک جسارت کی کہ سرورِ عالم ﷺ سے زیادہ علم تو ابلیس کو ہے۔ (براہینِ قاطعہ، خلیل احمد انبیٹھوی دیوبندی، رشید احمد گنگوہی دیوبندی)

جس سے انگریز کو تین فائدے حاصل ہوئے۔

الف: ایمان کی نورانیت ختم ہو گئی۔ یہی انگریز کی دلی خواہش تھی۔

ب: مسلمان قوم میں تفرقہ بازی کی بنیاد رکھ دی گئی۔ انگریز کا مقصد حل ہو گیا۔

ج: مسلمانوں میں نفرت پیدا ہوگئی۔ اتفاق اتحاد ختم ہوگیا۔

مولوی اشرف علی تھانوی کا موقف یہ تھا کہ حضور ﷺ کے علم غیب کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم تو گدھے، بیل، بھینسوں کو بھی ہے۔ (حفظ الایمان)

اس سے بھی ایمان کا جنازہ نکل گیا۔ اس نے انگریز کو خوش کیا اور ان سے چھ سو روپیہ ماہانہ وظیفہ لیا۔ (مکالمۃ الصدرین، صفحہ:۹)

مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب نے کہا:

''کذب تحت قدرت باری تعالیٰ ہے''یعنی اللہ جھوٹ بولنے پر قادر ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ صفحہ:۲۱۵)

جس سے قرآن مشکوک ہوگیا۔ لہٰذا علماء ربانی نے اس پر کفر کے فتوے جاری فرمائے۔

قاسم نانوتوی صاحب نے عندیہ دیا: اگر حضور ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی آ جائے تو ختم نبوت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ (تحذیر الناس)

انگریز کی دلی مرادیں برآئیں۔ ان دنیا پرست علما نے دشمن اسلام سے خوب وظیفے لیے۔ عزت بنائی، لیکن آخرت برباد کرلی۔ یہ لوگ تو دنیا سے الگ ہو گئے اب ہمیں ایمان کی فکر کرنا چاہیے۔ اور دشمن اسلام کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیے۔ دشمن اسلام کی کوشش تھی کہ مسلمانوں میں ایمان کا جذبہ ختم ہو جائے۔ اس کے برعکس:

۱- ہمیں اپنے ایمان کو کامل اور مضبوط بنانا چاہیے۔ حضور ﷺ سے سچی محبت اور سنت کی پختگی سے ایمان مکمل ہوگا۔

۲- آپس میں مکمل محبت اور تفرقہ بازی سے پرہیز کرنا چاہیے۔

۳- مسلمانوں کو چاہیے کہ جب کبھی اسلام کے خلاف یا مسلمانوں کے خلاف دشمن اسلام کوئی شوشہ چھوڑتا ہے اسے مکمل طور پر ختم کر دینا چاہیے۔

۴- دشمن اسلام کی کوشش تھی کہ مسلمان تعلیم سے بے بہرہ رہیں ان کے لیے تعلیم کے دروازے بند کردیئے۔ ہمیں دینی تعلیم کے لیے مکمل کوشش کرنا چاہیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: دین کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان (مرداور عورت) پر فرض ہے۔ علم کے بغیر انسان اندھا ہوتا ہے۔

۵- انگریز نے دینی مدارس کو تباہ کیا۔ ہمیں دینی مدارس کی طرف دلی توجہ مبذول کرنا چاہیے اور اپنی آمدنی میں مدرسے کے لیے بھی چندہ محفوظ رکھنا چاہیے۔

۶- انگریز نے دینی کتابوں کو جلایا ہمیں دینی کتابوں خاص طور پر زمانہ خلف و سلف کے بزرگوں کی کتابوں کا احترام کرنا چاہیے اور ان پر عمل کرنا چاہیے اور حفاظ پیدا کرنے چاہئیں۔

۷- مسلمانوں میں جذبہ جہاد ضرور ہونا چاہیے ورنہ کفر غالب آجائے گا۔

میرے ایک دوست نے ایک اشتہار دیا جسے میں نے پڑھا۔ دلی رنج ہوا۔ لہٰذا میں نے اسے واپس کردیا۔ پھر اس نے چندروز کے بعد وہی اشتہار دیا اور کہا کہ اس کا جواب چاہیے۔ دوست کے اصرار پر جواب لکھنا پڑھنا ورنہ دل نہیں چاہتا کہ کسی کے خلاف زبان یا قلم حرکت میں آئے۔

اس اشتہار میں جو اعتراضات کیے گئے ہیں ان میں اعتراض کرنے والے نے ہندوؤں کے بتوں کو مسلمانوں کی قبروں خاص طور پر بزرگانِ دین کے مزاروں کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ ہندو مندر میں جا کر بتوں کی پوجا کرتے ہیں وہی نسبت مسلمانوں کے بزرگوں کی آرام گاہوں سے دی ہے۔

حالاں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں مین سے ایک گڑھا۔ (ترمذی، طبرانی شریف)

اب بت کو جنت کے باغ کے برابر ٹھہرانا کہاں کا ایمان ہے؟

۱- بت پرست جب بت کی پوجا کرنے جاتا ہے وہ اپنے مذہب کے مطابق حلیہ اپناتا ہے۔ مسلمان جب ولی کی قبر کی زیارت کے لیے جاتا ہے تو اپنے مذہب کا پابند ہو کر زیارت کرتا ہے۔

۲- بت پرست کی زبان پر کلمہ طیبہ نہیں ہوتا۔ مسلمان کی زبان پر کلمہ طیبہ ہوتا ہے اور مسنون دعا ہوتی ہے۔

۳- مسلمان وضو کر کے جاتا ہے۔ جب کہ بت پرست وضو نہیں کرتا۔

۴- مسلمان کی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے۔ جب کہ بت پرست کی توجہ بت کی طرف ہوتی ہے۔

۵- مسلمان قبر کو اللہ تعالیٰ کے دوست کی آرام گاہ کا تصور کرتا ہے۔ اس کے مقابل بت پرست میں یہ بات نہیں۔

۶- مسلمان جب اللہ تعالیٰ کے دوست کے قریب ہوتا ہے تو اس کے تصور میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہوتی ہے۔ بت پرست میں یہ کیفیت نہیں۔

۷- مسلمان کے دل میں اللہ تعالیٰ کے ولی کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ وہ مقابلتاً برائیوں سے متنفر ہوتا ہے۔ جب کہ کافر میں یہ بات نہیں۔

۸- قبر کی زیارت کا حکم قرآن پاک نے دیا ہے۔ فرمایا:

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ۔ (توبہ:۸۴)

ترجمہ: ''اور ان میں سے کسی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا۔''

یہاں اللہ تعالیٰ نے منافق کی قبر پر جانے سے روکا ہے۔ جس سے ثابت ہوا

مومن کی قبر کی زیارت کا حکم دیا گیا ہے۔

مسلمان تو قبر کی زیارت حکم الٰہی سمجھ کر کرتا ہے۔ بتائیے بت پرست کا بھی یہی حکم ہے۔ اگر نہیں تو پھر یہ مشابہت کیسی؟

۹۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قبر کی زیارت کیا کرو۔ نعوذ باللہ کیا تم بت پرست کو اس کے مشابہ قرار دو گے؟

۱۰۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

تنزل الرحمة عند ذکر الصالحین۔

ترجمہ: "جہاں اللہ والوں صالحین کا ذکر ہوتا ہے وہاں اللہ کی رحمت کا نزول ہوتا ہے۔"

جہاں وہ صالح خود موجود ہو وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مرکز ہوگا۔ مومن تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مرکز کے پاس جاتا ہے۔ کیا بت پرست کو بھی نعوذ باللہ یہی مقام دو گے۔ اگر نہیں تو مشابہت سے توبہ کرو۔

اشتہار میں پہلا اعتراض

ہندو بتوں کی پوجا کرتے ہیں۔ مسلمان قبروں کی پوجا کرتے ہیں۔

جواب

سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ۔ (نور:۱۵)

ترجمہ: "الٰہی پاکی ہے تجھے، یہ بڑا بہتان ہے۔"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمانِ عالی شان کا مفہوم ہے کہ جو کسی پر کفر کا فتویٰ لگاتا ہے اس کفر نے ان کے ایک کی طرف رجوع کیا۔ اگر کہنے والے نے سچ کہا تو فبہا۔ ورنہ قائل جس نے کفر کا فتویٰ لگایا اس پر کفر رجوع کرتا ہے۔ (عن ابن عمر رضی اللہ عنہ مسلم شریف)

مسلمان کبھی بھی قبر کو یا قبر والے کو خدا یا معبود نہیں سمجھتا۔ اور نہ قبر والے کی عبادت کرتا ہے۔ بل کہ اسے صرف اللہ تعالیٰ کا دوست تصور کرتا ہے۔

ثانیاً: ماں باپ کی قبر کو چومنا حدیث پاک سے ثابت ہے۔

(نور الایمان، از عبدالحکیم لکھنوی)

مسلمان اللہ تعالیٰ کے ولی یا عالم دین کو ماں باپ سے زیادہ معزز سمجھتا ہے۔ جب ماں باپ کی قبر کو چومنا جائز ہوا تو بزرگانِ دین کی قبروں کو چومنا بھی جائز ہوا۔

ثالثاً: قرآن پاک نے فرمایا: قبر والوں سے ناامید کافر ہی ہو سکتے ہیں۔

كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ أَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ۔ (ممتحنہ:۱۳)

ترجمہ: ''جیسے کافر آس توڑ بیٹھے قبر والوں سے۔''

قبر والوں سے مانگنا آپ وہابی حضرات کے نزدیک شرک ہے لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قبر والوں سے ناامید ہونا کفار کا کام ہے۔ اب آپ قرآن کی رو سے فیصلہ فرمائیں کہ آپ کیا ہیں۔ قبر والوں سے مانگنا شرک ہے یہ عقیدہ قرآن پاک سے یا احادیث مبارکہ میں موجود نہیں۔ لہٰذا شرک کا فتویٰ آپ کی طرف رجوع کرتا ہے جیسا کہ مسلم شریف کی حدیث پاک سے ثابت ہے۔

رابعاً: آپ نے لکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قبرستان جا کر دعا مغفرت مانگتے تھے جس سے زیارت قبور سنت ثابت ہوئی اور دعا مانگنا بھی ثابت ہوا۔ ثابت ہوا دعا میں فائدہ ہے۔ اگر فائدہ نہ ہوتا تو آپ قبر والے کے لیے دعا کیوں مانگتے۔ زندوں کی دعا فائدہ مند ہوتی ہے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مردے زندوں کی دعاؤں کے ایسے ہی محتاج ہوتے ہیں جیسا دریا میں غوطے کھانا والا۔ وہ کوشش کرتا ہے کہ میرا کوئی ہاتھ پکڑے اور اس عذاب سے رہائی مل جائے۔

اس سے ثابت ہوا زندوں کی دعاؤں سے فوت شدہ گان کو فائدہ پہنچتا ہے

لہٰذا زندوں نے مردوں کی مدد کی۔ اور یہ بھی کہ جب فوت شدہ گان کو اس عذاب سے نجات مل جاتی ہے تو وہ اسی دعا کرنے والے زندہ کے حق میں دعا کرتا ہے کہ الٰہی جس طرح اس نے میری مشکل کشائی کی ہے تو اس کی مشکل کو دور کر دے۔ تو فوت شدہ گان کی دعا زندہ کے حق میں قبول ہوتی ہے۔ ثابت ہوا کہ زندوں نے دعا کر کے فوت شدہ گان کی مشکل کشائی کی اور مردوں نے دعا کر کے زندوں کی مشکل کشائی کی۔ آپ اس سے محروم ہیں اور دوسروں کا بھی نقصان کرتے ہیں۔

خامساً: ابن ابی الصنف یمانی سے جو کہ مکہ کے علماء شافعیہ میں سے ہیں سے منقول ہے کہ قرآن کریم اور حدیث کے اوراق اور بزرگانِ دین کی قبور کو چومنا جائز ہے۔ (شفا، جلد:۲، صفحہ:۷۰)

سادساً: علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حجر الاسود کے چومنے سے بعض عارفین نے بزرگانِ دین کی قبروں کو چومنا ثابت کیا ہے۔

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ وہ شخصیت ہیں جنھیں عالمِ بیداری یعنی جاگنے کی حالت میں ۷۵ مرتبہ سرورِ عالم سے بالمشافہ ملاقات ہوئی ہے۔

(واللہ و رسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم)

اولیاء اللہ مرتے نہیں۔ بلکہ ایک مکان سے دوسرے مکان میں منتقل ہوتے ہیں اور زندوں کی مدد کرتے ہیں۔ ان کے لیے دونوں حال میں کوئی فرق نہیں۔

حوالہ مرقات شرح مشکوٰۃ شریف ملا علی قاری جلد۲ صفحہ ۴۰۷، ۴۱۲۔ امام عارف باللہ استاذ ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف از علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، شرح الصدور حضرت علامہ عبدالرحمٰن جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابونعیم حلیہ میں۔

۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کی جنگ نے منکرین امداد سے خود اپنی قلموں سے تحریر کروادیا

کہ اللہ والے اولیاء کرام دنیا سے رخصت ہونے کے بعد مدد کر سکتے ہیں۔

(چٹان شورش کاشمیری ۲۹ نومبر ۱۹۶۵ء)

دوسرا اعتراض:

ہندو دیوالی پر چراغاں کرتے ہیں اور مسلمان شب برات پر چراغاں کرتے ہیں۔

جواب:

چراغاں کرنا خوشی کی علامت ہے۔ ہمیں ہندوؤں کی رسموں سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ دیوالی ہندوؤں کا تہوار ہے۔ ہمیں اس کا رد اور مقابلہ کرنا ہوگا۔ ہمیں شب برات میں خوشی کا اظہار کرنا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ۔ (دخان:۳۳)

ترجمہ: ”بے شک ہم نے اسے برکت والی رات میں اتارا۔ بے شک ہم ڈر سنانے والے ہیں۔“

روایات سے ثابت ہے کہ قرآن پاک پندرھویں شعبان یعنی شب برات کو نازل ہوا یعنی لوح محفوظ سے آسمان دنیا مقام سفرہ بردہ میں اتارا۔ اور لیلۃ القدر میں جبرائیل علیہ السلام بہ حکم الٰہی حضور سرورِ عالم ﷺ کے پاس سب سے پہلے وحی لے کر آئے۔ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قسم اس روشن کتاب کی۔ یعنی قرآن پاک کی۔ یہاں سے قرآن پاک کی فضیلت ثابت ہوئی۔ قسم سب سے پیاری چیز کی کھائی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قسم ہے روشن کتاب کی۔ دوسری فضیلت فرمائی روشن کتاب کھلم کھلا بیان کرنے والی کتاب۔ اور جس ہستی پاک پر یہ روشن کتاب اتری وہ ہستی پاک کتنی اعلیٰ شان والی ہوگی۔ گویا دونوں کی شان بیان فرمادی۔ ہمارے لیے یہ دونوں نعمتِ عظمیٰ ہیں۔ قرآن اور صاحبِ قرآن۔ اب ہم

ان نعمتوں پر کیوں نہ خوشیاں منائیں۔ لیکن خوشیاں شریعت کے دائرے کے اندر رہ کر اتباعِ سنت رسول کے تحت۔

۱- مسجدوں کو سجایا جاتا ہے۔ روشن کیا جاتا ہے۔ جو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی سنت ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی دعا ہے کہ اے عمر! جس طرح آپ نے مسجد کو قمقموں قندیلوں سے سجایا ہے اللہ تعالیٰ آپ کی قبر کو روشن کرے۔

(حدیث پاک)

۲- عالمِ دین کو بلایا جاتا ہے کہ لوگوں کو وعظ فرمائے۔ لوگ جوق در جوق مسجدوں میں آتے ہیں۔

۳- کلامِ الٰہی سنتے ہیں۔ متفقہ طور پر درود و سلام کی صدائیں بلند ہوتی ہیں۔ لوگ اللہ تعالیٰ کا اکٹھے ذکر کرتے ہیں۔ متفقہ طور پر دعائیں مانگی جاتی ہیں۔

۴- صلوٰۃ التسبیح پڑھتے ہیں۔ نوافل ادا کرتے ہیں۔

۵- صدقہ خیرات کرتے ہیں۔ ایصالِ ثواب کرتے ہیں۔

۶- شب برات یعنی دوزخ سے بری ہونے والی رات۔ روایت ہے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے وہ روایت فرماتے ہیں نبی مکرم، نورِ مجسم، سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ تحقیق آپ نے فرمایا ہے کہ کھڑے رہو تم آدھی شعبان کی رات میں یعنی شعبان کی پندرھویں رات کو۔ کیوں کہ تحقیق وہ رات مبارک ہے۔ پس تحقیق اللہ تعالیٰ اس میں فرماتا ہے کہ کوئی بخشش مانگے پس میں اس کو بخش دوں۔ (حدیث)

اس رات کی بہت فضیلت ہے۔ جو قرآنِ پاک، احادیثِ مبارکہ، بزرگانِ دین کی کتابوں غنیۃ الطالبین حضرت غوث پاک اور دیگر اولیاء عظام کی کتب سے ثابت ہے۔

۷۔ اس سے تخصیصِ رات کا مسئلہ بھی حل ہو گیا۔ بعض لوگ اس بات پر بہ ضد ہیں کہ نیکی کا کام کرو لیکن تعین یوم نہ ہو۔ تعین یوم کا مسئلہ بھی حل ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم شعبان کی پندرھویں رات کو عبادت کرو۔ معترض نے اعتراض کیا کہ ہندو دیوالی میں چراغاں کرتے ہیں مسلمان شب برات میں گویا اس کے نزدیک دیوالی اور شب برات ایک ہی ہیں۔

سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ۔ (نور:۱۵)

(واللہ و رسولہ اعلم عزوجل و ﷺ)

تیسرا اعتراض:

ہندو مندر کو غسل دیتے ہیں اور دھوون پیتے ہیں مسلمان قبروں کو غسل دیتے ہیں اور دھوون پیتے ہیں۔

جواب:

معترض کے نزدیک ہندوؤں کے مندر اور مسلمانوں کے اولیاء کاملین، صالحین، شہداء کرام اور اہل اللہ کے مزارات اور آرام گاہیں ایک ہی ہیں۔ حالاں کہ ان میں اتنا ہی فرق ہے جتنا کہ اسلام اور کفر میں۔

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

۱۔ منافق کی قبر پر مت جانا۔ (توبہ:۸۴)

جس سے مفہوم مخالف کے طور پر مسلمانوں کی قبر پر جانا قرآن پاک سے ثابت ہوا۔

نعوذ باللہ کیا تم مندر کو بھی یہی درجہ دو گے؟

۲۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم ،

کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔ (ترمذی، طبرانی)

تو گویا اعتراض کرنے والے نے جنت کے باغ کو ہندوؤں کے مندر سے تشبیہ دے دی جو سراسر اسلام کے خلاف ہے۔

۳۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جہاں صالحین کا ذکر ہوتا وہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ نعوذ باللہ مندر کو بھی یہی مقام دو گے۔ دیگر معلومات کے لیے صفحہ ۲۴ کا مطالعہ کیجیے۔

جب مندر جو بتوں کا مرکز ہے اور مزاراتِ اولیاء اللہ برابر نہیں ہو سکتے تو مشابہت کا ڈھنڈورا پیٹنے سے کیا فائدہ۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جو کسی پر کفر کا فتویٰ لگاتا ہے۔ اس کفر نے ان کے ایک کی طرف رجوع کیا۔ اگر کہنے والے نے سچ کہا تو فبہا۔ ورنہ قائل جس نے کفر کا فتویٰ لگایا اس پر کفر رجوع کرے گا۔ (عن ابن عمر رضی اللہ عنہما، مسلم شریف)

جب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر سال شہداء کرام کی قبور پر تشریف لے جاتے تھے تو اولیاء کرام، بزرگانِ دین کے مزارات پر ہر سال عرس منانا ثابت ہوا۔ جب بزرگانِ دین کی آرام گاہوں سے مریدین اور اہلِ اسلام کو لگاؤ پیدا ہوا تو سال بعد اگر مزار کو غسل دے دیا تو کون سی قرآن پاک کی مخالفت ہوگئی۔ اہلِ مزار سے محبت اصل میں خدا سے محبت ہے۔ اگر کوئی احتراماً اس دھوون کو پی لے تو کون سا اسلام کے خلاف جرم کر دیا۔

قرآن پاک نے حضرت ایوب علیہ السلام سے فرمایا:

"زمین پر پاؤں مار یہ ہے ٹھنڈا چشمہ نہانے اور پینے کو۔" (ص:۴۲)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

"میری امت کے علماء (باعمل) بنی اسرائیل کے پیغمبروں کی مانند ہیں۔"

تو اولیاء عظام کے پاؤں کا دھوون بھی شفا ہے۔یہی مثال آب زمزم کی ہے۔

تو نعوذ باللہ ستر مرتبہ نعوذ باللہ! کیا ولیوں کے دھوون کو مندر کے پانی سے مشابہت دو گے؟ اصل بات یہ ہے کہ

صورت عکس میں بُو شرک کی آتی ہے

واللہ و رسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم۔

چوتھا اعتراض

قبروں پر اور میت پر پھول ڈالنا (پھول تو خوشی کی علامت ہے)

جواب

فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ فَرَوْحٌ وَّ رَيْحَانٌ وَّ جَنَّتُ نَعِيْمٍ۔

ترجمہ: ''پھر وہ مرنے والا اگر مقربوں سے ہے۔ تو راحت ہے اور پھول اور چین کے باغ۔'' (واقعہ: ۸۸، ۸۹)

مقربین بارگاہ کی موت کے وقت فرشتے جنت کے پھول سونگھاتے ہیں۔ ان کی خوشبو لے کر وہ وفات پاتا ہے۔ اللہ والے جنت کے پھولوں کی خوشبو سونگھتے ہیں تب روح پرواز کرتی ہے۔ اگر لوگ اس وقت اس پر پھول رکھ دیں تو قرآن پاک کے موافق ہے یا مخالف۔ قبر پر پھول رکھنے کے بارے میں مشکوۃ شریف میں ہے کہ ایک بار حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے دو قبروں پر دو تر سر سبز شاخیں گاڑھ دیں۔ عرض کیا گیا کہ اس کا کیا سبب ہے۔ ارشاد فرمایا: ایک قبر والے کو پیشاب کے چھینٹے پڑنے سے کہ وہ نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کیا کرتا تھا۔

میرے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب کہ مرنے والا قبر میں ہے حضور علیہ الصلوۃ والسلام اس کی

زندگی کے اعمال بھی جانتے ہیں۔ فرمایا: جب تک یہ شاخیں تر رہیں گی ان پر عذاب کی کمی رہے گی۔ کیوں کہ یہ تر شاخیں تسبیح پڑھتی رہیں گی۔ قبر والے کو عذاب میں کمی رہے گی۔

اشعۃ اللمعات میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ اس سے قبروں پر سبزی، پھول اور خوشبو ڈالنے کا ثبوت ملتا ہے۔ تفصیل کے لیے جاء الحق و زھق الباطل از مفتی احمد یار خاں کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔ جب فرشتے مرنے والے کے پاس جنتی پھول لاتے ہیں یہ خوشی کی علامت ہوئی۔

واللہ و رسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم۔

پانچواں اعتراض

قبروں پر اگربتی اور چراغ جلانا؟

جواب

اگر قبرستان میں رات کے وقت جانا پڑ جائے تو چراغ کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ کہیں پاؤں کسی قبر پر نہ پڑ جائے۔ کیوں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قبر پر پاؤں رکھنے، اس پر چلنے اور آسرا لگانے سے منع فرمایا اور فرمایا اس سے میت کو تکلیف پہنچتی ہے۔

یا کسی نے کسی قبر کے پاس قرآن پاک یا درود و وظائف دیکھ کر پڑھنے ہوں۔ تو چراغ کی ضرورت محسوس ہوتی ہے یا قبرستان میں رات کے وقت قبر کھودنی ہو تو چراغ کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اگر بجلی کی روشنی کافی ہو تو چراغ کی چنداں ضرورت نہیں۔ اگربتی سے میت کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔

نبی کریم رؤوف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات دفن میت کے لیے قبرستان میں تشریف لے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چراغ جلایا گیا۔ (مشکوۃ شریف باب الدفن)

واللہ و رسولہ اعلم عزوجل و ﷺ۔

چھٹا اعتراض، قوالیاں کرنا

وَ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔

ترجمہ: ''اور فرماؤ کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل کو مٹنا ہی تھا۔''

(بنی اسرائیل:۸۱)

قرآن پاک نے حق اور باطل اسلام اور کفر، سچ اور جھوٹ، تاریکی اور روشنی کو برابر نہیں ٹھہرایا۔ واضح فرق بیان فرمایا۔ ہندو الگ ہیں، مسلمان الگ ہیں۔ ہندوؤں کے راہ و رسم میں مسلمانوں کو شریک نہیں کرنا چاہیے۔ ہندوؤں کے قبرستان شمشان گھاٹ کو جانے کا کہیں حکم نہیں مسلمانوں کے قبرستان جانے کا قرآن اور حدیث پاک میں حکم موجود ہے۔

ہندو بھجن گاتے ہیں۔ اس کو مسلمانوں کی قوالی کے برابر ٹھہرانا نہایت ہی بے انصافی ہے۔ ہندو بھجن میں اپنے مذہب کے مطابق گاتے ہوں گے۔ لیکن مسلمان قوالی میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا، حضور علیہ السلام کی نعت خوانی، اولیاء عظام کی مدح سرائی اسلام کی شان اور حضور علیہ السلام کے معجزات اور اولیاء عظام کی کرامات ان کی تعلیمات بیان کرتے ہیں جسے کافر اور ہندو سن کر مسلمان ہو جاتے ہیں جیسا کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے ۹۰ لاکھ کفار کو اسلام میں داخل فرمادیا۔ ہندوؤں کے بھجن کو قوالی کے برابر مقام دینا سراسر بے انصافی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ کے والد شاہ عبدالرحیم جو قرآن پاک کی تفسیر احمدی کے بھی مصنف ہیں۔ قوالی کا شوق رکھتے تھے کبھی عرس خواجہ محمد باقی باللہ، رحمت اللہ کا کرتے تھے۔ (حضرت خواجہ باقی باللہ حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی رحمت اللہ کے

پیرومرشد ہیں) وہ (حضرت شاہ ولی اللہ کے والد شاہ عبدالرحیم) فرماتے ہیں کہ میں نے بار بار دیکھا کہ کوئی آپ کے سامنے آکر عرض کرتا کہ میں برنج (چاول) میرے ذمہ ہے۔ دوسرا عرض کرتا گوشت میرے ذمہ ہے۔ تیسرا عرض کرتا کہ فلاں قوال کو میں لاؤں گا۔ (انفاس العارفین صفحہ نمبر ۱۴ شاہ ولی اللہ)

اس سے تین مسئلے ثابت ہوئے:

۱۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے والد ماجد شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ بزرگوں کے عرس منایا کرتے تھے۔

۲۔ عرس کے لیے نذرونیاز بھی وصول کیا کرتے تھے۔

۳۔ مزارات پر حاضری بھی ثابت ہوئی۔

۴۔ قوالی بھی سماعت فرمایا کرتے تھے۔

اب مولوی اسمٰعیل کے دادا پیر شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو ملاحظہ کیجیے کہ وہ سماع کو درست فرماتے۔ (وسیلہ نجات)

مولوی اشرف علی تھانوی صاحب اپنے ماموں کے بارے میں کہتے ہیں۔ ماموں صاحب کا مسلک ہم لوگوں کے خلاف تھا۔ صاحب سماع تھے۔ اور اس میں بھی غلو کا درجہ پیدا ہو گیا تھا۔ مگر باتیں ماموں صاحب کی بڑی حکیمانہ ہوتی تھیں۔ ایک مرتبہ مجھ سے فرمایا کہ میاں کہیں دوسروں کی جوتیوں کی حفاظت کی بدولت اپنی گٹھڑی نہ اٹھوا دینا۔ (الافاضات الیومیہ تھانوی جلد ۵ صفحہ ۶۷ سطر ۱۱)

کیسی سچی حکیمانہ پیشین گوئی فرمائی جو لفظ بلفظ پوری ہو کر رہی کہ تھانوی صاحب دوسروں کو بدعتی کافر کہتے کہتے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کر کے خود ایمان کی دولت کی گٹھڑی اٹھوا بیٹھے۔ اپنی تصنیف ''حفظ الایمان'' میں انھوں نے یہ کفرانہ تحقیق کی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب کی کیا تخصیص ایسا علم تو بچوں، پاگلوں، بل کہ بہائم کو

بھی حاصل ہے۔نعوذ باللہ من ذالك۔

واللہ و رسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم۔

ساتواں اعتراض:

تبرک تقسیم کرنا۔غیر اللہ کی نذر و نیاز کرنا۔

جب زیارت قبور قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا۔(توبہ:۸۴)

یعنی منافق کی قبر پر جانے سے منع فرمایا جس سے مومن کی قبر پر جانا ثابت ہوا۔نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اجازت مرحمت فرمادی یہ تو عام قبروں کی اجازت ہے تو اولیاء اللہ کی آرام گاہوں کی زیارت کرنا بدرجہ اولیٰ ثواب ثابت ہوا۔تو جولوگ زیارت قبور کے لیے دور ونزدیک سے تشریف لاتے ہیں۔انھیں کھلانا پلانا اوران کی خدمت کرنا باعث ثواب ثابت ہوا۔جونیکی اعلیٰ مقام پرکی جائے اس کے ثواب میں اضافہ ہوتا ہے۔مثلاً تلاوت قرآن، ذکر، وعظ ونصیحت دوسری جگہ پرکی جائے تو ثواب ہے۔اگر یہی نیکیاں مسجدوں میں کرلی جائیں تو ثواب میں اضافہ ہوگا۔اس لیے تبرک درباروں میں تقسیم کیا جائے (وہ جگہ دوسری جگہ سے افضل ہے) کیوں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

تَنَزَّلُ الرَّحْمَةُ عِنْدَ ذِكْرِ الصَّالِحِيْن۔

جہاں اللہ والوں صالحین کا ذکر ہوتا ہے وہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

تو ثابت ہوا کہ جہاں وہ صالح خود موجود ہوں وہ رحمت کا مرکز ثابت ہوا۔تو ایسی جگہ تبرک تقسیم کرنے میں ثواب میں اضافہ ہوتا ہے اور پھر وہ بھی جو مسافر ہوں

انہیں کھلانا تو کئی گنا ثواب کا باعث ہے۔ ایسے ہی نذر و نیاز چوں کہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور ثواب بزرگانِ دین کو تو یہ بھی ثواب میں اضافے کا سبب ہوا۔

واللہ و رسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم۔

آٹھواں اعتراض

قبروں کو سجدہ کرنا اور قبروں کے آگے جھکنا۔

شریعت میں سجدہ تعظیمی بھی منع ہے۔ اگر چہ کفر یا شرک نہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک سجدہ تعظیمی جائز تھا۔ لیکن ہمارے پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔

قبروں کو بوسہ دینا شریعت میں جائز ہے۔

(فتاویٰ عالم گیری، باب الدفن، اشعۃ اللمعات از حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ)

ایک دفعہ میں (محمد رفیق امام مسجد رضا) نے فیصل آباد میں گھنٹہ گھر کے نزدیک ایک مسجد میں صبح کی نماز پڑھی یہ ۱۹۴۹ء کی بات ہے۔ وہاں ایک مولوی صاحب نماز کے بعد درس قرآن دیا کرتے تھے۔ کچھ لوگ بھی موجود تھے۔ میں بھی مولوی صاحب کا درس سننے کی غرض سے بیٹھ گیا۔ اور قرآن پاک کو چوم کر کھولا تو مولوی صاحب نے سخت لہجہ میں فرمایا: قرآن پاک کو چوما نہیں کرتے۔ یہ سجدہ ہے۔ یہ شرک ہے۔ میں نے عرض کیا: مولوی صاحب آپ کے کتنے بچے ہیں۔ فرمایا: چار۔ میں نے پوچھا: کوئی چھوٹا دودھ پیتا بچہ ہے؟ کہنے لگے: ہے۔ میں نے عرض کیا: مولوی صاحب کئی دفعہ ایسا بھی ہوا ہوگا کہ آپ باہر سے گھر تشریف لائے ہوں گے۔ آپ کا چھوٹا نونہال اپنی امی کے ساتھ چارپائی پر لیٹا ہوا ہوگا۔ آپ کے دل میں اپنے نونہال کی محبت کا جذبہ تو ضرور پیدا ہوا ہوگا۔ کہنے لگے ضرور۔ میں نے کہا: غیر اللہ کی محبت دل

میں سمانا یہ شرک ہے۔ پھر اسی محبت کے جذبہ کے تحت آپ نے سفر بھی کیا۔ کہا کہ ہاں۔ میں نے کہا: پھر بچہ کو چومنے کے لیے پہلے کھڑے ہوئے ہوں گے کیوں کہ چومنے کے لیے پہلے قیام پھر رکوع پھر بوسہ کی باری آتی ہے۔ کہنے لگے: ہاں۔ میں نے کہا: آپ نے تو شرک کا سٹاک ہی لگا دیا۔ انھوں نے گھور کر تو دیکھا لیکن جواب ندارد۔ ہم بھی اللہ تعالیٰ کے دوست کے پاس اللہ کی محبت کے لیے ہی جاتے ہیں۔ ہم انھیں قطعاً معبود نہیں مانتے ہیں نہ سربہ سجود ہوتے ہیں۔ (واللہ و رسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم)

نواں اعتراض: قبر والوں سے مانگنا

۱۔ معترض نے اعتراض کیا ہے کہ ہندو بتوں سے مانگتے ہیں اور مسلمان قبر والوں سے مانگتے ہیں۔ گویا معترض کے نزدیک ہندو کا بت اور مسلمان یا اولیاء کرام کے مزارات ایک جیسے ہیں حالاں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نیک بندوں کی قبروں کو جنت کے باغ فرما رہے ہیں۔ (ترمذی شریف، طبرانی، کنز العمال)
کہاں ہندوؤں کے بت اور کہاں جنت کے باغ۔

۲۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے "جیسے کافر قبر والوں سے نا امید ہو گئے۔" (سورۃ الممتحنہ کے آخری الفاظ) یعنی قبر والوں سے نا امید ہونا کافروں کا کام ہے۔ جو بھی کوئی مزار پر دعا کرتا ہے یا مانگتا ہے۔ اصل میں اس کے دل میں اللہ کی طرف توجہ ہوتی ہے۔ اسے یقین ہوتا ہے کہ جو میں مانگوں گا، اس اللہ تعالیٰ کے دوست کے وسیلہ سے میرا مقصد پورا ہو جائے گا۔ ظاہر میں خواہ وہ یہ کہے کہ یا داتا صاحب میرا فلاں کام ہو جائے۔ اس کے دل میں حقیقتاً یہی عقیدہ ہوتا ہے کہ دعا تو اللہ تعالیٰ نے قبول کرنی ہے لیکن اس ولی کامل کے

صدقہ ہے۔

۳۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جن کے تمام علماء معتقد ہیں نے تمام برصغیر پاک و ہند میں علم حدیث پہنچایا۔ سب علماء کرام انھیں بجا طور پر محدث مانتے ہیں۔ مولوی اشرف علی تھانوی انھیں صاحب حضوری مانتے ہیں۔ یہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنی مایہ ناز تصنیف ''مدارج النبوت'' حصہ دوم میں فرماتے ہیں: (صفحہ ۳۵۱)

اگر کافر کہیں، بادل آ گیا بارش ہوگی۔ یہ کفریہ کلام ہے۔ اور فرماتے ہیں یہی الفاظ بادل آ گیا بارش ہوگی اگر مسلمان کہیں تو جائز ہے۔ فرماتے ہیں کہ کافروں کا عقیدہ ہے کہ بادلوں میں بارش ہے۔ بادل ہی بارش برساتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کا عقیدہ کہ اصل محرک اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ بادل صرف وسیلہ ہیں۔ اگر اللہ چاہے بادل بارش برسا سکتے ہیں اگر اللہ نہ چاہے بادل بارش نہیں برسا سکتے۔ یہی ہمارا عقیدہ اور تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اصل فاعل حقیقی اللہ کی ذات ہے اولیاء کرام صرف وسیلہ ہیں۔ حالاں کہ جب بادل آتے ہیں مسلمان کہتے ہیں بارش ہوگی۔ ظاہری طور پر کوئی بھی یہ نہیں کہتا کہ اللہ بارش برسائے گا لیکن نیت میں ہر مسلمان کے یہی ہوتا ہے کہ اگر اللہ چاہے گا تو بارش ہوگی۔ ایسے ہی مزاروں پر اگر کوئی کہے کہ میرا فلاں کام ہونا چاہیے۔ میں نے تمہارے سے ہی مانگنا ہے تو یہ درست ہے کیوں کہ مانگنے والے کے دل میں ہوتا ہے کہ اللہ ہی تمام کام کرنے والا ہے۔

۴۔ قرآن پاک میں ہے: ''بولا میں تو تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں کہ میں تو تجھے ایک ستھرا بیٹا دوں۔'' (مریم:۱۹)

اس آیت کریمہ میں حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت مریم علیہا السلام کو صریحاً (صاف صاف) فرمارہے ہیں کہ میں تجھے صاف ستھرا بیٹا دوں۔ تو ثابت ہوا اسباب کی نسبت غیر کی طرف ہو تو شرک نہیں۔

۵- اور قرآن پاک فرماتا ہے:

وَ اِنَّكَ لَتَهْدِىْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ (شوریٰ:۵۲)

ترجمہ: ''اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ سیدھے رستہ کی ہدایت کر رہے ہیں۔'' (ترجمہ اشرف علی تھانوی)

اس آیت کریمہ میں ہدایت کی نسبت حضور علیہ السلام کی طرف کی گئی ہے۔

۶- اللہ تعالیٰ سورۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں فرماتا ہے کہ ''اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا۔'' (ترجمہ اشرفعلی تھانوی صاحب)

منکرو بتاؤ تمہاری طرف سے اللہ تعالیٰ پر بھی شرک کا فتویٰ جاری ہوگا؟ اگر ہم یہ اللہ کی سنت ادا کر رہے ہیں تو ہم پر شرک کا فتویٰ کیوں؟

۷- دراصل بات یہ ہے کہ یہ دنیا عالم اسباب ہے یہاں ہر کام اسباب سے ہی ہوتا ہے۔ زندگی گزارنے کے لیے کھانا کھایا جاتا ہے۔ پیاس بجھانے کے لیے پانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ علاج کے لیے حکیم یا ڈاکٹر کی ضرورت ہوتی۔ انسان دنیا میں تشریف لایا ماں باپ کے سبب سے۔ اگر یہ اسباب نہ ہوں تو زندگی ادھوری رہ جائے گی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا۔ (سورۃ آل عمران کا آخری رکوع)

ترجمہ: ''اے رب ہمارے تونے یہ بیکار نہ بنایا۔''

اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کارآمد بنائی۔ اگر اللہ تعالیٰ

کے علاوہ کسی اور سے فائدہ اٹھانا منع ہوتا تو یہ سب چیزیں بے کار ہوئیں۔ جو قرآن کے خلاف ہے۔ لہٰذا غیر اللہ سے فائدہ اٹھانا، حاجت روائی کرنا، مشکل آسان کرنا، فصلوں کے پکنے کے لیے سورج کی ضرورت پڑنا، گرمی سردی سے بچنے کے لیے کپڑوں کی ضرورت ہونا، علم حاصل کرنے کے لیے استاد اور عالم کی ضرورت ہونا، یہ سب اسباب ہیں۔ تو اگر اللہ کے علاوہ ان تمام چیزوں کو فضول اور بے کار سمجھا جائے تو قرآن کے خلاف ہوگا حالاں کہ ان کے بغیر قطعاً گزارہ نہیں ہوسکتا۔ اور شرک کا فتویٰ لگانے والے بھی ان کے محتاج ہیں۔

۸- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''تو وہ جو اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اسے مدد اور اسی نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اترا وہی بامراد ہوئے۔'' (اعراف: ۱۵۷) اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس نبی کی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں۔ اس سے ثابت ہوا اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے۔ میرے نبی کی تعظیم بھی کرو۔ اور مدد بھی کرو۔ اگر غیر اللہ کی مدد شرک ہوتی تو کیا اللہ تعالیٰ شرک کا حکم دیتا ہے؟

۹- میرے ایک جاننے والے ہیں جو وکالت کرتے ہیں۔ لیکن زبان سے رٹ لگاتے ہیں غیر اللہ سے مدد نہیں مانگنی چاہیے۔ میں کہتا ہوں وکیل کے معنی کیا ہیں۔ تو خاموش رہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں وکیل کے معنی ہیں کارساز کام بنانے والا مددگار۔ میں کہتا ہوں آپ تو مجسمۂ شرک ہوئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''ہر چیز کا بنانے والا تو اسے پوجو وہ ہر چیز کا کارساز ہے۔'' (انعام: ۱۰۲) ایسی ہزاروں مثالیں موجود ہیں۔

۱۰- ہمارے محلہ میں اسی طرح کا ذہن رکھنے والا جو اپنے اس عقیدہ میں بہت پختہ تھا اور کہتا تھا کہ کوئی مشکل کشا نہیں۔ صرف اللہ ہی سے مدد مانگو، غیر اللہ

سے مدد مانگنا شرک ہے۔ ایک دن میں صبح کی اذان سے ۱۵ منٹ پہلے گھر سے مسجد کی طرف جا رہا تھا کہ وہی حضرت صاحب تھرتھراتی ہوئی آواز میں نہایت پریشانی کے عالم میں مجھ سے پوچھنے لگے کہ یہاں ایک دایہ رہتی ہے مجھے جلدی سے اس کا گھر بتادو۔ اس کی پریشانی کی وجہ میں سمجھ گیا۔ لیکن اس وقت اس کی پریشانی کی وجہ سے میں نے بات نہیں چھیڑی۔ فوراً ہی دایہ کا گھر اس کو بتا دیا لیکن اس کے بعد اس کی مجھ سے ملاقات تو ہوتی رہی لیکن جناب نے یہ مسئلہ کبھی دوبارہ نہیں چھیڑا۔

۱۱- قبر والوں سے مانگنے کے متعلق۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں:
''ارواح اولیاء اللہ شکل انسانی میں متمثل ہو کر بوقت مشکل دستگیری فرماتے ہیں۔'' (انفاس العارفین صفحہ ۱۱۲، ۳۶۹)

۱۲- ''اولیاء اللہ مرتے نہیں بلکہ ایک مکان سے دوسرے مکان میں منتقل ہوتے ہیں۔ ان کے لیے دونوں حال میں کوئی فرق نہیں۔''

(مرقات شرح مشکوٰۃ ملا علی قاری، جلد ۲، صفحہ ۲۱۲،۴۰۷ شرح الصدور ۸۸، اشعۃ اللمعات ۸۹)

۱۳- وہابیوں کا امام مولوی اسماعیل دہلوی لکھتا ہے: حضرت غوث الثقلین غوث اعظم، خواجہ بہاالدین نقشبند اور خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہم کی ارواح مبارکہ سید احمد بریلوی پر جلوہ گر ہوئیں انھیں یعنی سید احمد کو قادری، نقشبندی اور چشتی سلاسل سے نسبت عطا کی۔ (صراط مستقیم صفحہ ۲۷۳، مولوی اسمٰعیل مصنف تقویۃ الایمان)

۱۴- جب زندوں سے مدد مانگی جا سکتی ہے حالاں کہ دنیاوی زندگی میں روح ہی کارفرما ہوتی ہے۔ وہی مدد کرتی ہے اگر روح جسم میں نہ ہو تو جسم مدد نہیں کر سکتا۔ تو جب جسم سے روح نکل جاتی ہے تو وہ بے کار نہیں ہو جاتی۔ جسم سے الگ ہو کر بھی اس سے مدد مانگی جا سکتی ہے اور وہ مدد کرتی ہے۔''

(از افادات حضرت سید احمد سعید کاظمی ملتان)

اس طرح کے بے شمار واقعات قرآن پاک حدیث مبارکہ محدثین مفسرین اور اولیاء عظام سے ثابت ہیں۔

۱۵- ۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کا واقعہ: اس وقت کی تمام اخبارات ورسائل گواہ ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اولیاء عظام حضرت غوث الاعظم اور سیدنا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے پوری پوری مدد کی۔ بلکہ دشمنوں کے پائلٹ وغیرہ کہتے تھے کہ وہ بزرگ جنھوں نے سبز لباس پہنا ہوا تھا ہمارے بموں کو گیند کی طرح پکڑ کر اپنے تھیلے میں ڈال لیتے تھے۔ ان کی زیارت کر کے اپنے تو الگ رہے غیر مسلموں نے بھی تصدیق کی اور اس وقت کے تمام مذہبی رسالوں میں یہ موجود ہے۔ مثال کے طور پر چٹان۔ ثابت ہوا اولیاء کرام دنیا سے الگ ہو کر بھی بدستور مدد کرتے ہیں اور مشکلیں حل کرتے ہیں۔

۱۶- اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيهِمْ۔ (الانفال:۳۳)

ترجمہ: ''اور اللہ کا کام نہیں کہ ان پر عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو۔''

ثابت ہوا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دافع عذاب الٰہی ہیں، آپ ہر قسم کی مشکل مصیبت بیماری سے بھی نجات دلانے والے ہیں۔

۱۷- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ۔ (آلِ عمران:۸۱)

ترجمہ: ''پھر تشریف لائے تمہارے پاس یہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے۔ تو تم ضرور بہ ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور

ضرور اس کی مدد کرنا۔"

اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ جب یہ رسول دنیا میں تشریف لائے گا تو اس وقت یہ تمام انبیاء کرام قبروں میں ہوں گے۔ میں ان سے اپنے رسول کی مدد کا وعدہ لے رہا ہوں۔ تو ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں فرمانا چاہتا ہے کہ نبی قبروں میں بھی مدد کرتے ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے پیغمبروں کی مانند ہیں تو اگر نبی قبروں میں رہ کر مدد کر سکتے ہیں تو اولیاء اللہ بھی قبروں میں رہ کر مدد کر سکتے ہیں۔ اس طرح کے متعدد واقعات قرآن پاک احادیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء کاملین کی کتابوں سے ثابت ہیں۔

دسواں اعتراض

قبروں پر چادر چڑھانا۔

فرمانِ خداوندی:

ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ۔

(حج: ۳۲)

ترجمہ: "بات یہ ہے اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔"

معلوم ہوا کہ عبادات ظاہری تو ظاہر جسم کا تقویٰ ہے اور دل میں بزرگوں اور ان کے برکات کی تعظیم ہونا دلی تقویٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ نصیب کرے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جس جانور یا پتھر کو عظمت والے سے نسبت ہو جائے وہ شعائر اللہ بن جاتا ہے۔ قرآن کریم نے ہدی کے جانور کو کعبہ شریف کی نسبت سے اور صفا و مروہ کے پہاڑ کو حضرت سیدہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی برکت سے شعائر اللہ فرمایا۔ تفسیر روح البیان میں

فرمایا کہ بزرگوں کی قبریں بھی شعائر اللہ ہیں اور جن لوگوں کو اللہ کے پیاروں سے نسبت ہو جائے وہ سب شعائرِ اللہ ہیں تعظیم میں چادریں چڑھانا بھی شامل ہیں۔

چادر کی اصل یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ پاک میں بھی کعبہ معظمہ پر غلاف تھا۔ اس کو منع نہ فرمایا۔ صدیوں سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضہ پاک پر غلاف سبز ریشمی چڑھا ہوا ہے۔ جو نہایت قیمتی ہے آج تک کسی نے اس کو منع نہیں فرمایا۔ مقامِ ابراہیم یعنی وہ پتھر جس پر کھڑے ہو کر حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے کعبہ معظمہ بنایا۔ اس پر بھی غلاف چڑھا ہوا ہے اور عمارت بنی ہوئی ہے اللہ کی شان کہ نجدی وہابیوں نے بھی ان کو اسی طرح قائم رکھا۔ ان پر غلاف کیوں چڑھائے؟ ان چیزوں کی عظمت کے لیے، لہٰذا احترام اولیاء کے لیے ان کی قبور پر بھی غلاف وغیرہ ڈالنا مستحب ہے۔

تفسیر روح البیان پارہ: ا۔ ''علما اولیاء کی قبروں پر عمارت بنانا اور ان پر غلاف اور عمامہ اور کپڑے چڑھانا جائز کام ہیں۔ جبکہ اس سے مقصود ہو کہ عوام کی نگاہ میں ان کی عزت ہو اور لوگ ان کو حقیر نہ جانیں۔''

گیارھواں اعتراض: مزاروں کی سیڑھیوں پر ماتھا رگڑنا

حضرات! مزارات اولیاء اللہ تعالیٰ کے شعائر اللہ ہیں جیسے تفسیر ''روح البیان'' میں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے شعائر اللہ کی تعظیم دلوں کے تقویٰ سے ہے۔ اگر کسی نے تعظیماً سیڑھیوں کو چوم لیا تو قرآن کے مخالف کیا یا موافق کیا؟

آپ نے جو شرک کا فتویٰ صادر کیا ہے گویا آپ نے مزار کو معبود سمجھا تبھی تو شرک ہوا۔ جب کہ کوئی بھی مسلمان مزارات کو معاذ اللہ معبود نہیں سمجھتا اور نہ ہی ان کی عبادت کرتا ہے۔

آپ نے مندر کی سیڑھیوں کے بارے میں لفظ استعمال کیا ''چوما'' جس

سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے دل میں مندر کا احترام ہے۔ اگر احترام نہ ہوتا تو آپ لکھتے ''ماتھا رگڑنا'' اور مزاروں کی سیڑھیوں کے بارے میں لفظ استعمال کیا ''ماتھا رگڑا''۔ صاف ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے دل میں مزارات اولیاء کا قطعاً احترام نہیں۔ بلکہ آپ کے ان تمام اعتراضات سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ مزارات اولیاء کو مندروں سے تشبیہ دیتے ہیں۔ اسی لیے آپ کے کلام سے مزارات اولیاء کی حقارت اور نفرت ہی ثابت ہوتی ہے۔ اور ہندوؤں کے بتوں سے لگاؤ معلوم ہوتا ہے اسی لیے آپ نے کہا ''مندر کی سیڑھیوں کو چوما'' اور مزاراتِ اولیاء کی سیڑھیوں کے لیے لفظ لکھ دیا۔ ''ماتھا رگڑا''۔ حالاں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے مطابق مومن کی قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ تمہاری عبارات سے جنت کے باغوں کی توہین اور نفرت ثابت ہوتی ہے۔

بارھواں اعتراض: قبروں سے منتیں مانگنا

تمام حاجتیں اللہ تعالیٰ ہی پوری کرنے والا ہے۔ غیر اللہ سے منتیں مانگنا حرام ہے۔ اور حوالہ دے دیا: سورۃ فاطر: ۱۴۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے جو آیتیں بتوں اور کافروں کے لیے ارشاد فرمائیں وہ مزارات اولیاء اور مسلمانوں پر چسپاں کر دی گئیں۔

۱- ان بے وقوفوں سے پوچھو کہ اس آیت کے نزول کے وقت حضور کا زمانہ تھا۔ تدعون فعل حال بھی ہے۔ تمہاری تفسیر پر تمام صحابہ کرام مشرک ہوئے۔ نیز اس آیت کریمہ کا جو تم نے ترجمہ کیا وہ قرآنی آیت واحادیث کے خلاف ہے۔

۲- امام اجل عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ اللہ سرہ الربانی ''میزان الشریعۃ

الکبریٰ'' میں ارشاد فرماتے ہیں:

''تمام ائمہ دین مجتہدین اپنے پیروؤں کی شفاعت کرتے ہیں اور دنیا و برزخ و قیامت ہر جگہ کی سختیوں میں ان پر نگاہ رکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ صراط سے پار ہو جائیں۔''

(بحوالہ روحوں کی دنیا از اعلیٰ حضرت امام اہل سنت الشاہ احمد رضا صفحہ ۱۱۱،۱۱۲)

۳- امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ محقق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں:

واللفظ لشرح مشکوٰۃ ''ہر کہ استمداد کرد میشود بوی در حیات استمداد کردہ میشود بوی بعد از وفات۔''

یعنی ''جو بزرگانِ دین دنیاوی زندگی میں مدد کرتے ہیں دنیا سے رخصت ہونے کے بعد بھی اسی طرح مدد فرماتے ہیں۔''

سچ ہے ستمبر ۱۹۶۵ء میں انھوں نے اظہر من الشمس ثبوت پیش کر دیا۔

۴- امام شیخ الاسلام شہاب الدین رملی سے منقول:

''انبیاء کے معجزات اولیاء کی کرامتیں ان کے انتقال سے منقطع نہیں ہوتیں۔''

۵- اور سیدی جمال مکی کے فتاویٰ میں امام شہاب الدین رملی سے منقول کہ

''انبیاء و رسل و اولیاء صالحین بعد رحلت بھی فریاد رسی فرماتے ہیں۔''

۶- علامہ مناوی کی ''شرح جامع صغیر'' میں ہے: ''بے شک روح جب اس قالب سے جدا اور موت کے باعث قیدوں سے رہا ہوتی ہے جہاں چاہتی ہے جولان کرتی ہے۔''

۷- ''الانتباہ فی سلاسل اولیاء'' حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''بعض مشائخ حضرات قادریہ قدست اسرارھم سے حصول مہمات وقضائے حاجات کے لیے ایک ختم یوں نقل کیا۔ پہلے دو رکعت نفل، اس کے بعد ایک سو گیارہ مرتبہ درود اور اس کے بعد ایک سو گیارہ مرتبہ کلمہ تمجید اور ایک سو گیارہ مرتبہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کا وظیفہ کرے انشاء اللہ وہ مہم قضائے حاجت بر آئے گی۔''

۸- ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں اہلِ برزخ کے بارے میں فرمایا۔ مختصراً ''ارواح اولیاء وصالحین سے رخصت ہونے کے بعد جس طرح ملائکہ مسلمانوں کے کام میں سعی کرتے ہیں یہ اولیاء بھی کرتے ہیں اور کبھی یہ پاک روحیں خدا کا بول بالا کرنے اور اس کے لشکر کو مدد دیتے یعنی جہاد کفار و امداد مسلمین میں مشغول ہوتی ہیں اور کبھی بنی آدم سے اس لیے نزدیک و قریب ہوتے ہیں کہ ان پر افاضہ خیر فرمائیں۔'' یہ حق ہے ۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کے واقعہ نے تصدیق کر دی۔

ان کے علاوہ اگر اور بزرگانِ دین کی وفات کے بعد امداد کے واقعات کا شوق ہے تو کتاب حیات الاموات از امام اہل سنت الشاہ امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مطالعہ فرمائیں۔

۹- آپ دیکھ رہے ہیں اور اخبارات اور ٹیلی ویژن میں اکثر و بیشتر یہ خبریں آتی رہتی ہیں کہ فلاں جگہ بم پھٹ گیا۔ اس قدر جانی نقصان ہوا۔ مکان گر گئے۔ زمین میں گڑھا پڑ گیا۔ اتنے لوگ زخمی ہو گئے۔ دھماکے کی وجہ سے زمین لرز اٹھی۔ اس بات کو سب مانتے ہیں کہ ایک بارود کا بھرا ہوا بم تباہی مچا سکتا ہے۔ بربادی کر سکتا ہے تو کیا اللہ کا ولی زمین میں تشریف رکھتے ہوئے

کچھ بھی نہیں کرسکتا کم از کم اب تو مان لینا چاہیے۔ وہ روح جو عشق الٰہی میں محو ہو کر دنیاوی علائق سے علیحدہ رہی۔ ہر کام کھانا، پینا، سونا، جاگنا سب کام اللہ کی رضا کے لیے کیے، اسی میں ساری زندگی وقف کر دی۔ زندہ رہے اللہ تعالیٰ کے لیے فوت ہوئے اللہ تعالیٰ کے لیے۔ تو جب یہ زمین میں تشریف لے جائے تو اس بم سے بھی گئے گذرے ہو گئے جس میں زندگی کی کوئی چیز ہی نہیں اس نے اللہ کا کوئی کام نہیں کیا۔ وہ بربادی پھیلا سکتا ہے تو ضروری ہے کہ اللہ کا ولی ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑ سکتا ہے۔ زحمت کو رحمت سے بدل سکتا ہے۔ نقصان کو فائدہ میں بدل سکتا ہے۔

خداوند تعالیٰ نے ایک مٹھی راکھ یعنی بارود کو وہ بھی جو لوگوں کا بنایا ہوا ہے۔ ایسی قدرت دی کہ ایک پل میں اتنے بڑے گولے کو کوسوں دور سے اڑا کر بڑے بڑے قلعوں اور پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر سکتا ہے۔ تو کیا اس روح کو جو عشق خدا کی آگ میں جل بھن کر راکھ ہو کر فنا فی اللہ ہو گئی۔ ایسی قدرت نہیں دے سکتا ہے۔ جو سد جسمیات و حصار عنصریات کو توڑ کر عالم ارواح کی سیر کر سکے۔ کیوں نہیں؟ حالاں کہ بمضمون نفخت فیه من روحی۔ ماخذ روح کا وہی ہے فقط ابتلا بہ طور پرندہ قفس عنصری میں محبوس ہو گئی ہے۔ پس گر اسی حصار حبسی کو ذکر کی ریاضت اور فکر کی سیاست سے توڑ کر اپنے ماخذی آشیانہ کی طرف پرواز کرنا اور عالم مذکور کی سیر کر کے پھر قفس مذکور کی طرف مراجعت کر کے سیر کا بیان کرنا کون سا مشکل ہے۔

(فخر الواعظین حصہ دوم صفحہ ۱۳۵ مصنفہ مولانا فخر الدین گجرات کاٹھیاواڑ)

۱۰- اب یہ اعتراض کہ قبر والوں سے منتیں مانگنا۔ اس اشتہار میں تقریباً پندرہ اعتراضات اسی پر ہیں کہ قبروں کو پوجا جاتا ہے۔ قبروں کو غسل دیا جاتا ہے

جیسا کہ بتوں کو غسل دیا جاتا ہے۔ قبروں کا دھوون پیا جاتا ہے جیسا کہ بتوں کا دھوون پیا جاتا ہے۔ قبروں پر پھول اور چادریں چڑھانا جیسا کہ بتوں پر پھول اور چادریں ڈالی جاتی ہیں۔ قبروں پر تبرک تقسیم کرنا جیسا کہ بتوں پر تقسیم کیا جاتا ہے۔ قبر والوں سے مانگنا جیسا کہ بتوں سے مانگا جاتا ہے۔ قبر والوں سے منتیں مانگنا جیسا کہ بتوں سے منتیں مانگی جاتی ہیں۔ قبروں پر چڑھاوے چڑھانا جیسا کہ بتوں پر چڑھاوے چڑھائے جاتے ہیں۔ گویا کہ وہ تمام کام جو مسلمان مزاروں پر کرتے ہیں اس کو کافروں او رہندوؤں کے بتوں جیسا بتایا گیا ہے۔ بزرگانِ دین کی آرام گاہوں کو بت بتایا گیا ہے۔

حالاں کہ حدیث پاک میں قبرستان کا بڑا احترام کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ قبر پر جوتا لے جانا، پاؤں رکھنا، ٹیک لگانا۔ اس سے سختی سے منع کیا گیا ہے اور فرمایا اس سے قبر والے کو ایذا پہنچتی ہے۔ اور قبرستان جاتے وقت السلام علیکم کہنا۔ اور دعاء خیر کرنے کا حکم ہے۔ تو جو لوگ قبروں کو بتوں کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں وہ بتائیں کہ کیا بتوں کے بارے میں بھی نعوذ باللہ یہی حکم ہے۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو اہلِ قبر بُت کی مانند کیسے ہوگیا۔ یہ بد رسم اسمٰعیل دہلوی سے شروع ہوئی حالاں کہ اس سے پہلے کسی صحابی، تابعی، تبع تابعی اور اولیاء کرام، صلحاء کرام، صوفیاء حضرات، علماء حضرات نے کہیں یہ نہیں فرمایا کہ اہلِ قبر کو بت کے ساتھ تشبیہ دی جائے۔

یہ بدعت سیئہ مولوی اسمٰعیل دہلوی سے شروع ہوئی۔ قرآنِ پاک میں جو لفظ من دون اللہ استعمال ہوا ہے تمام مفسرین محدثین حضرات نے اس سے شیطان اور بت مراد لیے ہیں۔ لیکن مولوی اسمٰعیل دہلوی نے من دون اللہ کو اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کے مزارات پر چسپاں کر دیا۔ اب امت میں زبردست تفرقہ پیدا ہوگیا۔ جو لوگ

مزاراتِ اولیاء کو ماننے والے ہیں وہ ان کے نزدیک مشرک ہوئے۔ اسی لیے اس کے پیروکار مسلمانوں کو ہر وقت بات بات پر مشرک گردانتے رہتے ہیں۔ ان کے نزدیک قبر والے مر گئے مٹی میں مل گئے۔ ان کا نام لینا یا ان کے مزار پر جانا شرک ٹھہرا۔

اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی شان کہ اس نے ستمبر ۱۹۶۵ء میں ثابت کر دیا کہ اولیاء کرام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ لوگوں کی باتیں سنتے ہیں۔ ان کی مدد کرتے ہیں۔ انھیں مخالفین کی قلم سے یہ بات ثابت کر دی کہ اولیاء کرام دنیا والوں کی فریادیں سنتے ہیں مدد کرتے ہیں اور تصرف کرتے ہیں۔

۶ ستمبر ۱۹۶۵ کی پوری تفصیل چاہیے تو ''پیر، پیغمبر اور چھ ستمبر'' مرتبہ مولانا محمد فیض احمد اویسی رضوی کا مطالعہ کیجیے۔

چھ ستمبر کو ہمارے پڑوسی ملک بھارت نے اپنے طور پر انتہائی اعتماد سے خوب سوچ سمجھ کر بڑی طاقتوں سے مشورہ سے پانچ گنا بڑی طاقت کے ساتھ بغیر الٹی میٹم دیئے چپ چاپ رات کے خوفناک لمحوں میں اپنے سے بہت چھوٹے ملک پاکستان پر حملہ کر دیا۔ پھر مسلمان جلال میں آ گیا۔ محبوبانِ خدا، اولیاء عظام رحمہم اللہ علیہم نے بعد وصال اہل دنیا کی مدد کی۔ اہلِ باطل وہابیہ، دیوبندیہ، صرف منکر نہیں بلکہ شرک و حرام کے فتوے لگاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ستمبر ۱۹۶۵ء کی جنگ میں حق و باطل کو ایسے عیاں فرمایا کہ اہلِ حق کے اس واقعہ سے سربلند ہو گئے اور اہلِ باطل کے سرنگوں ہو گئے۔

چھ ستمبر ۱۹۶۵ء کا دن اور سترہ روزہ جنگ دنیائے اسلام و تاریخ پاکستان کا ایک زریں ورق اور بہت اہم واقعہ ہے جبکہ بھارت کے کافر و مشرک حکمرانوں نے متعدد اطراف سے پاکستان پر پوری قوت کے ساتھ اچانک اور بھرپور حملہ کیا اور چونڈہ تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ کے محاذ پر چھ سو ٹینکوں کے ساتھ چڑھائی کر دی۔

مذکورہ ظاہری برتری پاکستان کی فوجی قوت کے عظیم مظاہرہ کے پس پردہ

بفضلہٖ تعالیٰ محبوبانِ خدا و بزرگانِ دین کی روحانی امداد و باطنی فیوضات بدستور پاکستان وافواجِ پاکستان کی پشت پناہی فرمارہے تھے۔ اور اس روحانی و باطنی امداد و اعانت کی خبریں تواتر و تسلسل کے ساتھ پاکستانی اخبارات و جرائد میں چھپ رہی تھیں۔ جن کی کثرت تعداد اور مجموعی صورت حال کے بعد کسی دانشمند و انصاف پسند کے لیے شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔

شورش کاشمیری۔ یہاں تک کہ منکرین شانِ رسالت وولایت، مخالفینِ اہلِ سنت کے ترجمان اور ممدوح و ہمنوا شورش کاشمیری نے بھی اپنے مشہور ہفت روزہ ''چٹان'' میں بدیں عنوان بعض واقعات کو اہتمام کے ساتھ شائع کیا۔

سنتے تھے معجزوں کے زمانے گزر گئے

یعنی سنتے تو یہ تھے کہ معجزوں کے زمانے گزر گئے لیکن مشاہدہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ خاتم النبیین وزندہ نبی ﷺ کے معجزات اور آپ کی سچی غلامی کی بدولت اولیاء کرام کی کرامات (جو درحقیقت انبیاء علیہم السلام کے معجزات ہیں) کا زمانہ گزرا نہیں۔ اب بھی موجود ہے اور معجزات و کرامات کا سلسلہ جاری وساری ہے۔

آنکھ والا تیرے جلووں کا نظارہ دیکھے
دیدہ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

الغرض بعنوان بالا شورش کاشمیری نے ''چٹان'' میں لکھا کہ ''یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ اس جنگ (ستمبر ۱۹۶۵ء) میں تائید ایزدی سرکارِ دو عالم کی پشت پناہی اور بزرگانِ دین کی دعائیں شامل حال نہ ہوتیں تو شاید پاکستان کو فتح مبین کی بجائے ناقابل رشک حالات سے دوچار ہونا پڑتا۔ حق و باطل کی اس آویزش میں اکثر و بیشتر ایسی باتیں مشاہدے میں آئی ہیں جن پر بظاہر یقین نہیں آتا کہ ایسا بھی ہوسکتا ہے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایسا ہوا ہے۔ باور کیجیے کہ اسلام اور صرف اسلام ہی

ایک دفعہ پھر پاکستان کے مسلمانوں کی حفاظت اور عظمت وسطوت کے لیے ناقابلِ تسخیر قلعہ بن گیا اور یہ جنگ بھی اسلام کی روحانی قوت کا کرشمہ ثابت ہوئی۔ ان بے شمار مافوق الفطرت واقعات میں نہ تو مبالغہ آرائی کو کوئی دخل ہے اور نہ ہی زیب داستان کے لیے یہ قلم کاری کی گئی ہے۔

پراسرار بزرگ

ایک محاذ پر توپوں کے دہانے کھلے ہوئے تھے۔ بیسویں صدی کے بھارتی بھیڑیئے گولہ باری کر رہے تھے۔ پاکستان مجاہد جوابی کارروائی میں مصروف تھے کہ ایک سفید ریش بزرگ سادہ دیہاتی لباس میں عین مورچہ پر تشریف لے آئے اور توپچی کو گولہ پھینکنے کے لیے نشان دہی کرنے لگے۔ آپ انگشت شہادت سے اشارہ کرتے کہ اس طرف گولہ پھینکا جائے۔ چناں چہ ان کے مطابق توپ کا زاویہ بدل دیا جاتا اور عجب بات یہ ہے کہ گولہ ٹھیک نشانہ پر لگتا۔ جس کی وجہ سے دشمنوں کی صفوں میں نہ صرف ابتری پھیل جاتی بلکہ اس کے بھارتی ٹینک اور توپیں بھی برباد اور ناکارہ ہو جاتیں اور آخر کار بھارتی ٹینک پسپائی پر مجبور ہو جاتے۔

حکیم نیر واسطی لاہور میں جنگ کے دنوں وطن عزیز سے باہر تھے۔ ان کا بیان ہے کہ عمرہ کرنے کے بعد جب زیارت روضہ اطہر کے لیے مدینہ پہنچا تو وہاں مولانا عبدالغفور مہاجر مدنی نے دوران ملاقات فرمایا:

> ”ایک رات حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے خواب میں ملاقات ہوئی۔ میں نے عرض کیا: آپ نجف اشرف سے کیسے تشریف لے آئے تو فرمایا پاکستان پر کفار حملہ آور ہیں۔ اس لیے وہاں جہاد میں شرکت کے لیے جا رہا ہوں۔“

میاں شیر محمد شر قپوری رحمۃ اللہ علیہ

ایک عزیز دوست شر قپور سے روایت کرتے ہیں کہ جنگ کے دنوں ایک رات مجھے حضرت میاں شیر محمد صاحب علیہ الرحمۃ کی خواب میں زیارت ہوئی تو آپ کا لباس گرد آلود اور ہاتھ قدرے میلے تھے۔ میں نے پوچھا: حضرت اس وقت کون سی مصروفیت ہے۔ آپ نے اشارۃً فرمایا کہ محاذ پر جہاد جاری ہے۔ اور مجاہدین کی اعانت فرض ہے۔

حضرت سیدنا علی ہجویری داتا گنج بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ایک صاحب قصور کے رہنے والے ہیں اور ہر ہفتہ حضرت داتا گنج بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر حاضری دیا کرتے ہیں۔ وہ ایک دن حسبِ معمول مزار پر حاضر ہوئے تو کوشش بسیار کے باوجود صاحب مزار سے کوئی توجہ نہ مل سکی۔

اسی پس و پیش کے عالم میں انھوں نے تین دن تک یہیں قیام کیا۔ آخری رات چند لمحات کے لیے زیارت ہوئی تو حضرت سیدنا داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ محاذ پر مصروف تھا۔ سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق تمام بزرگانِ دین پاکستان کی سرحدوں پر متعین کیے گئے ہیں اور پاکستان کی حفاظت کے لیے جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔

سبز پوش

لاہور کی ایک جامع مسجد کے خطیب نے منبر رسول پر کھڑے ہو کر حلفیہ بیان دیا کہ بھارتی فوجیوں اور ہوابازوں کو جب پاکستان کی بہادر فوجوں نے گرفتار کیا تو وہ حیران ہو کر پوچھتے کہ پاکستان کے وہ سبز پوش مجاہد کہاں ہیں کہ ہم سخت سے سخت حملہ

کرتے تھے۔لیکن وہ سبز پوش بڑے اطمینان سے ہمارے حملہ کو ناکارہ بنا دیتے اور ہمیں پسپائی پر مجبور کر دیتے۔

الغرض ایسے لاتعداد واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جنگ اللہ تعالیٰ کے فضل سے لڑی گئی ہے۔اور خالق کون ومکان کے محبوب پیغمبر سرورِ کائنات ﷺ کے بے پایاں فیض و برکت سے فتح پذیر ہوئی ہے۔بلاشبہ ایسے خرق عادات واقعات ہوئے ہیں جن کے چشم دید گواہ ابھی تک موجود ہیں اور ان کی صداقت سے کسی طرح بھی انکارنہیں کیا جاسکتا۔'' (ہفت روزہ چٹان لاہور ۲۹ نومبر ۱۹۶۵ء)

تقسیم اسلحہ

''ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا کہ وہ مجاہدین میں اسلحہ تقسیم کر رہے ہیں۔''

(روزنامہ کوہستان لاہور ۱۰ نومبر ۱۹۶۵ء بحوالہ نیر واسطی)

ناقابلِ تردید حقیقت (رپورٹ جنگ کراچی)

''یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ ہندوستان سے ہماری حالیہ کامیابی کا اصل راز تائیدایزدی ہے۔بعض بھارتی قیدیوں نے ہماری فوج کے شانہ بہ شانہ سبز پوش بزرگوں کو لڑتے دیکھا ہے۔یا کسی سفید پوش بزرگ کو دشمن کے بم اٹھا کر پانی میں پھینکتے دیکھا ہے۔''

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

دو فوجیوں کا بیان ہے کہ انھیں بزرگوں پر اعتقاد نہیں تھا۔لیکن انھوں نے اپنی آنکھوں سے سیال کوٹ کے محاذ پر ایک بزرگ کو گھوڑے پر سوار ہو کر لڑتے دیکھا

اوران کے صافے پر لکھا تھا۔ شیخ عبدالقادر جیلانی اس قسم کے متعدد واقعات مشہور ہیں۔ (جنگ ۲۴ راکتوبر ۱۹۶۵ء)

افواجِ پاکستان کے نعرے اللہ اکبر، یارسول اللہ، یاعلی

راول پنڈی ۱۰ ر اکتوبر ۶۵ء (نمائندہ جنگ) پاکستانی افواج نے اللہ اکبر۔ یارسول اللہ۔ اور یاعلی کے نعرے لگاتے ہوئے بھارتی ٹڈی دل فوج کو بری طرح شکست دی۔

رام چرن کا خاتمہ

> ''راول پنڈی ۲۴ اگست مظفر آباد سے اطلاع ملی ہے کہ کل رات بھارتی فوج نے چناری سے آگے بڑھنے کی کوشش کی تو مجاہدین نے اس کوشش کو ناکام بنادیا۔ بتایا گیا ہے کہ مجاہدین ''یاعلی'' کا نعرہ لگاکر آگے بڑھے تو ایک بھارتی سپاہی رام چرن دہشت سے وہیں گر کر ہلاک ہوگیا۔''

(نوائے وقت ۲۵ اگست ۱۹۶۵ء جنگ کراچی ۲۶ اگست ۱۹۶۵ء)

نعرہ حیدری

لگا کے نعرہ علی سپاہ ملک جب چلی
عدو کے ہوش اُڑ گئے وطن کی ہر بلا ٹلی

(مشرق ۲۹ ستمبر ۶۵)

(بصد شکریہ براہین صادق از ابوداؤد محمد صادق امیر رضائے مصطفٰی گوجرانوالہ)

۱۱۔ مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی نے تقویۃ الایمان میں جہاں غیر مسلموں کا رد کیا ہے انبیاء واولیاء کرام کو بھی ساتھ شامل کرلیا حالاں کہ کفار اللہ تعالیٰ کے

دشمن اور اولیاء کرام اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں۔ دشمنوں کے لیے جہنم اور دوستوں کے لیے جنت تیار کی گئی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اِتَّقُوْ بِفَرَاسَتِ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ۔

ترجمہ: ''مومن کی فراست سے ڈرو۔ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔''

۱۲- ستمبر ۱۹۶۵ء کے واقعات و مشاہدات سے مندرجہ ذیل عقائد و مسائل کا ثبوت ملتا ہے۔

۱- اہلِ مزارات زندہ ہیں۔

۲- مزارات میں آرام پانے والے باذنِ الٰہی تصرف فرماتے ہیں۔

۳- اہلِ مزارات واقعی اہلِ دنیا کی فریادرسی فرماتے ہیں۔

۴- اہلِ مزارات دور سے سنتے ہیں اور مدد بھی کرتے ہیں۔

۵- اولیاء کرام اہلِ دنیا کے کاموں سے باخبر ہیں۔

۶- اولیاء کرام سے ان کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد وسیلہ پکڑا جا سکتا ہے۔

۷- اولیاء کرام دنیا سے رخصت ہونے کے بعد بھی مختلف اور متعدد مقامات پر موجود ہو سکتے ہیں۔ (پیر پیغمبر اور چھ ستمبر ۶۵ء از مولانا فیض احمد اویسی رضوی)

۸- انھیں دور سے غائبانہ پکارا جا سکتا ہے۔

۹- انھیں ''یا'' سے یاد کیا جا سکتا ہے۔

۱۸- اس وقت کے بعض لوگ یا سے ''اوئے'' مراد لیتے ہیں کہتے ہیں تم یا علی کہتے ہو یہ گستاخی ہے۔ میں کہتا ہوں تم بھی یا اللہ کہتے ہو یہ اللہ کی گستاخی نہیں؟ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں یا آدم، یا نوح، یا ابراہیم، یا موسیٰ فرمایا ہے کیا اللہ تعالیٰ ان پیغمبروں کی توہین کرتا ہے۔ خود ہی فرماتا ہے:

ان اللّٰہ اصۡطَفٰۤی اٰدَمَ وَ نُوۡحًا وَّ اٰلَ اِبۡرٰہِیۡمَ۔

ترجمہ: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے بزرگی دی آدم، نوح و آلِ ابراہیم کو۔''

(آل عمران:۳۳)

۱۴- حدیث قدسی کا مفہوم ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب بندہ فرائض کی ادائیگی کے بعد بندہ نوافل کے ساتھ میری قربت چاہتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور وہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔ پس جب میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ تب میں اس کے کان اور آنکھ اور ہاتھ ہو جاتا ہوں اور اس کا مددگار بنتا ہوں۔ یہاں تک کہ وہ میرے ہی ساتھ سنتا ہے اور میرے ہی ساتھ دیکھتا ہے اور میرے ساتھ (ہر ایک چیز کو) پکڑتا ہے اور میرے ہی ساتھ چلتا ہے۔ (بخاری شریف)

امام غزالی یہ حدیث نقل فرمانے کے بعد فرماتے ہیں: انسان کا یہ جوہر خدا کا آئینہ ہے۔ (مجربات غزالی صفحہ ۲۵۰)

۱۵- ''اولیاء اللہ مرتے نہیں۔ بلکہ ایک مکان سے دوسرے مکان میں منتقل ہوتے ہیں۔ ان کے لیے دونوں حال میں کوئی فرق نہیں۔'' (مرقات شرح مشکوٰۃ ملا علی قاری جلد۲، صفحہ ۴۰۷، ۴۱۲، امام عارف باللہ استاذ ابوالقاسم قشیری قدس سرہٗ۔ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ از شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ شرح الصدور حضرت علامہ عبدالرحمٰن جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ امام ابونعیم نے حلیہ میں اس کو ذکر کیا ہے)

۱۶- اب حدیث قدسی کی روشنی میں اور اولیاء و علما کے بیانات سے یہ بات اظہر من الشمس ثابت ہوگئی کہ اولیاء کرام دنیا سے رخصت ہونے کے بعد بھی بدستور مدد اور تصرف کرتے ہیں۔ اور باذنِ الٰہی مشکل کشائی بھی کرتے

ہیں۔ جیسا کہ ستمبر ۱۹۶۵ء اور متعدد علماء سے ثابت ہوا کہ اللہ کے ولی دنیا سے رخصت ہونے کے بعد مدد کرتے ہیں۔

۱۷۔ حدیث قدسی:

مَنْ عَادَلِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ۔

یعنی ''فرمایا اللہ تعالیٰ نے جس کسی نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی اس کے خلاف میں اعلانِ جنگ کرتا ہوں۔''

جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان جنگ ہو گیا تو جنگ میں ہر فریق دوسرے کی اعلیٰ چیز چھینتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی نظر میں ایمان سے اعلیٰ کوئی چیز نہیں ہے۔ اس لیے اس شخص کے پاس ایمان کیسے رہ سکتا ہے؟

مولوی اسماعیل نے اپنی تصنیف ''یکروزی'' میں لکھا ہے:

اللہ جھوٹ بول سکتا ہے۔

جب یہ یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے تو نعوذ باللہ قرآن پاک پر پورا ایمان نہ رہا کہ شاید خدا نے کہیں جھوٹ بھی بول دیا ہو اور یہ کفر ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ جو اللہ تعالیٰ کے ولیوں سے عناد رکھتا ہے۔ اس کا ایمان ضائع ہو جاتا ہے۔

تیرھواں اعتراض: قبروں پر چڑھاوے چڑھانا

چڑھاوے چڑھانا یہی کہ تبرک تقسیم کرنا۔ تقسیم کرنے والے کی نیت یہ ہوتی ہے کہ میں یہ نیک کام خواہ دیگ ہو یا اور کوئی چیز تقسیم کر رہا ہوں اللہ کے لیے۔ اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے لوگوں کو بانٹ رہا ہوں اور اس کا ثواب اس بزرگ کو پہنچا رہا ہوں تو یہ ہر حالت میں جائز ہے۔ درباروں میں اس لیے ثواب زیادہ ہے کہ باللہ

کے دوست کا دربار ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: تنزل الرحمة عند ذکر الصالحین۔ یعنی ''جہاں صالحین کا ذکر ہوتا ہے وہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہوتا ہے'' تو جب ولی کا نام لینے سے اللہ کی رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ تو جہاں وہ اللہ کا ولی خود موجود ہو تو وہ جگہ رحمت الٰہی کا مرکز ثابت ہوئی۔ لہٰذا وہاں متبرک مقام کی وجہ سے ثواب میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔

چودھواں اعتراض

فوتگی پر، قل، دسواں، چالیسواں، برسی پر تمام لوگوں کو کھانا کھلانا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔ یہ بدعت ہے۔

قل شریف یا ختم قل

قل سے مراد یا سورت اخلاص ہے یا چاروں قل شریف یا ختم قرآن۔ چوں کہ ختمِ قل میں قرآن پاک پڑھ کر ایصالِ ثواب کرتے ہیں۔ اس لیے اسے ختم قل کہتے ہیں۔

قل شریف کے ختم پاک میں کیا ہوتا ہے

۱- قرآن پاک کی تلاوت ہوتی ہے۔

۲- قل شریف میں سورت اخلاص پڑھی جاتی ہے۔

۳- کلمہ طیبہ پڑھا جاتا ہے۔

۴- انبیاء کرام، صحابہ کرام، اولیاء عظام کو ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے۔

۵- اور میت کے لیے ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے۔ جس سے پڑھنے والے اور

جس کوثواب پہنچایا جاتا ہے سب کوثواب ملتا ہے۔ دعوت اور ضیافت میں چنے نہیں پیش کیے جاتے لہٰذا یہ دعوت اور ضیافت میں شامل نہیں ہیں۔ کھانے والے کھاتے بھی ہیں اور میت کوثواب بھی ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ سارا کام ثواب کا ہے۔

۱- اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ۔ (بقرہ:۱۴۸)

ترجمہ: ''تو یہ چاہو کہ نیکیوں میں اوروں سے آگے نکل جائیں۔''

اس سے معلوم ہوا کہ دین کے کاموں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرنا اچھی چیز ہے نیکیوں میں حرص اچھی چیز ہے۔ دنیا کی حرص مذموم۔

۲- فرمانِ خداوندی ہے: ''اور ہر ایسے کی بات نہ سننا۔ جو بڑا قسمیں کھانے والا، ذلیل، بہت طعنے دینے والا، بہت ادھر کی اُدھر لگاتا پھرنے والا، بھلائی سے بڑا روکنے والا، حد سے بڑھنے والا گنہگار، درشت خُو، اس سب پر طرہ یہ کہ اس کی اصل میں خطا۔ (سورۂ قلم:۱۰تا۱۳)

ان آیاتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے گستاخ رسول ﷺ کے دس عیب بیان فرمائے ان میں ایک یہ بھی ہے۔ نیکی سے یا بھلائی سے روکنے والا۔ یہ بدبخت انسان ولید بن مغیرہ گستاخ رسول تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا نیکی سے روکنے والا۔ گویا نیکیوں سے روکنا، ولید بن مغیرہ کی خصلت ہے آج بھی بہت سے لوگ نیکیوں سے مختلف ہتھکنڈوں سے روکتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں۔ قرآن سے ثبوت لاؤ، کبھی کہتے ہیں ''بخاری شریف'' میں دکھادو۔ نیکیوں کے کاموں پر پابندی لگاتے ہوئے فیصلہ کردیتے ہیں کہ یہ بدعت سیئہ ہے۔ اور بدعت جہنم میں لے جانے والی ہے۔ قبروں کے پاس جانا،

وہاں دعا مانگنا، ان کو پکارنا ان سب کو شرک بتا دیا۔ اس اشتہار میں چوبیس اعتراض کیے گئے ہیں وہ فتاوی رشیدیہ مصنف رشید احمد گنگوہی سے نقل کیے گئے ہیں اور بہشتی زیور مولوی اشرف علی صاحب کی جو تصنیف ہے اس سے نقل کیے گئے ہیں۔ اس اشتہار پر جو سرخی دی ہے وہ یہ ہے کہ ''ہندو اور مسلمان میں کیا فرق ہے تم بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا۔'' گویا اولیاء کرام کے مزارات پر جانا وہاں صدقہ، خیرات، قرآن پاک کی تلاوت کرنا اور اللہ تعالی کی عبادت کرنا یعنی جو وہاں صدقہ نذر و نیاز وغیرہ کرتے ہیں حقیقتاً دلی طور پر اللہ تعالی کے لیے کرتے ہیں اور ثواب اولیاء کرام کو بخشتے ہیں۔ نعوذ باللہ ان سارے کاموں پر شرک، بدعت اور جہنمی ہونے کا حکم فرما دیا۔ حالاں کہ اولیاء کرام کو ایصال ثواب کرنا شرک اور بدعت نہیں ہے۔

۳- اب ذرا جنھوں نے یہ اعتراضات کیے ہیں ان کی کتابوں میں یہ عبارات درج ہیں۔ عالم اسلام کے تمام مفتیانِ کرام، علماء حضرات نے ان پر کفر کے فتوے صادر فرمائے ہیں۔ مولوی رشید احمد گنگوہی کے فتوے پڑھیے:

۱- خدا تعالی جھوٹ بول سکتا ہے۔ (فتاوی رشیدیہ جلد:۱، صفحہ:۱۰)

۲- مولوی اسماعیل دہلوی لکھتا ہے: اللہ جھوٹ بول سکتا ہے۔

(یک روزی صفحہ ۱۷ مولوی اسماعیل)

۳- شیطان کو یہ وسعت علم نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے۔ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرنا ہے۔ (براہینِ قاطعہ صفحہ ۵۵)

یعنی ابلیس علیہ اللعنۃ کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے زیادہ علم ہے۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

۴۔مجلس مولود مروجہ بدعت سیۂ حرام ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ)

۵- ایک صالح فخر عالم ﷺ سے خواب میں مشرف ہوئے تو آپ کو اردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا کہ آپ کو یہ کلام کہاں سے آ گئی۔آپ تو عربی ہیں۔فرمایا کہ جب سے علمائے دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا ہم کو یہ زبان آ گئی۔سبحان اللہ اس سے رتبہ اس مدرسہ دیوبند کا معلوم ہوا۔

(براہین قاطعہ مصدقہ رشید احمد مولوی گنگوہی)

حالاں کہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ۔

''اور ہم نے ہر رسول اس کی قوم ہی کی زبان میں بھیجا۔'' (ابراہیم ۴)

اس سے اشارۃً معلوم ہوتا ہے کہ نبی مکرم نور مجسم ﷺ کو رب نے تمام زبانیں سکھائی ہیں۔ کیوں کہ ہر نبی اپنی قوم کی زبان جانتا ہے۔اور دنیا کی ساری قومیں حضور کی امت اور حضور کی مبعوث الیہ قوم ہیں۔لہٰذا حضور سب کی زبانیں جانتے ہیں۔احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اونٹ، ہرنی، چڑیاں، لکڑیاں، حضور سے کلام کرتی تھیں اور حضور علیہ السلام سمجھ لیتے تھے۔اور کیوں نہ ہو کہ سرکار ﷺ تمام انبیاء سے زیادہ عالم ہیں۔آدم علیہ السلام کو ہر زبان بتائی گئی۔سلیمان علیہ السلام کو پرندوں کی بولی کا علم دیا گیا۔جو قرآن سے ثابت ہے۔تفسیر ''نور العرفان''۔''کشف المحجوب'' از سیدنا علی ہجویری اور ''تذکرۃ الاولیا'' سے ثابت ہے کہ اولیاء کرام نے جانوروں سے تو کجا بے جانوں بلکہ پتھروں سے بھی کلام کیا لیکن رشید احمد گنگوہی صاحب وغیرہ کا عقیدہ ہے کہ سرورِ عالم ﷺ نے اردو زبان دیوبندیوں سے سیکھی۔ نعوذ باللّٰہ من ذٰلک۔ اس طرح کے بہت سے کفریہ عقیدے ان کی کتابوں سے ثابت ہیں۔ یہ حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی اس کے خلاف میں جنگ کا

اعلان کرتا ہوں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان کا ایمان ضبط کرلیا۔

۶- فتاوی رشیدیہ میں ہے۔ ''سوال: ہندو جو پیاؤ پانی (سبیل) میں لگاتے ہیں۔ سودی روپیہ صرف کر کے مسلمانوں کو اس کا پانی پینا درست ہے یا نہیں۔ الجواب: اس پیاؤ سے پانی پینا مضائقہ نہیں۔'' (فتاوی رشیدیہ)

۷- ہندوؤں کی دیوالی کی پوڑیاں کھانا جائز ہیں۔ (فتاوی رشیدیہ جلد:۲، صفحہ:۱۲۲)

۸- دیوالی یا ہولی کی ریوڑیاں وغیرہ (ہر چیز کھانا جائز ہے)۔

(فتاوی رشیدیہ جلد:۲، صفحہ:۱۲۳)

۹- یہ تعینات (گیارھویں) فاتحہ علی الطعام۔ سہ منی بوعلی قلندر (وغیرہ) بدعت ضلالہ ہیں۔ اور جو بنام ان اکابر بزرگانِ دین کے ہے تو داخل مَا اُهِلَّ لِغَيْرِ الله میں ہے۔ اور گیارھویں وغیرہ حرام ہے اور ایسے عقائد فاسد موجب کفر کے ہیں۔ ان افعال (گیارھویں ختم وغیرہ) کو کفر ہی کہنا چاہیے۔ (فتاوی رشیدیہ، جلد:۱، صفحہ:۱۱۸، سطر:۱۰)

آپ اندازہ کریں کہ ہندوؤں کے ہاتھوں کا پکایا سب کچھ حلال اور گیارھویں شریف کا تبرک حرام۔ پسند اپنی اپنی

حالاں کہ گیارھویں شریف میں کیا ہوتا ہے۔ عالم دین کو گھر بلا کر قرآن پاک پڑھایا جاتا ہے۔ بزرگانِ دین کو ایصالِ ثواب کہا جاتا ہے۔ فوت شدگان کو ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے جس سے فوت شدگان کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے۔ کھانا کھلایا جاتا ہے۔ اہلِ خانہ کے حق میں دعائے خیر کی جاتی ہے۔ اس میں شرعی لحاظ سے کون سا حرام کا کام سرزد ہو گیا۔

اب اس اشتہار میں مزارات پر اعتراض کرنے والے اشرف علی تھانوی صاحب ہیں۔ وہ اپنی تصنیف ''حفظ الایمان'' میں لکھتے ہیں:

ا۔ ''اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور (ﷺ) کی ہی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید وعمر بلکہ ہر صبی (بچہ) مجنوں بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔''

(حفظ الایمان صفحہ ۸۰)

ولید بن مغیرہ نے بھی حضور علیہ السلام کو مجنون کہا تھا اللہ تعالیٰ نے سورۂ قلم میں آیت ۱۰ تا ۱۳ اس کے دس عیب بیان فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی پناہ میں رکھے سرورِ عالم ﷺ کی گستاخی سے بچائے۔ آمین اسی گستاخی کی وجہ سے مفتیانِ عرب وعجم نے ان تھانوی صاحب پر کفر کا فتویٰ صادر فرمایا۔

درآنحالیکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا۔ (نساء:۱۱۳)

ترجمہ: اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے۔

۱۱۔ ۲۔ یوں کہنا کہ خدا اور رسول اگر چاہے تو فلاں کام ہو جائے گا۔ شرک ہے۔

(بہشتی زیور از مولوی اشرف علی تھانوی صفحہ ۴۵)

۱۲۔ ۳۔ کسی کو دور سے پکارنا۔ اور یہ سمجھنا کہ اسے خبر ہو گئی کسی کو نفع ونقصان کا مختار سمجھنا، کسی سے مرادیں مانگنا یا یوں کہے کہ خدا اور رسول چاہے گا تو شرک ہے۔ (بہشتی زیور اشرف علی)

اس کا جواب آگے حدیث قدسی سے دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرا بندہ مجھ ہی سے سنتا ہے اور میرے ہی ساتھ دیکھتا ہے۔ تو گویا اللہ کا ولی قوت خداداد سے دور سے سنتا بھی ہے دیکھتا بھی ہے اور مدد بھی کرتا ہے۔

۱۳۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے: حضرت عمر بن خطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مسجد

نبوی شریف میں تین سو میل دور حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو پکار کر فرمایا: یا ساریۃ الجبل اور ساریہ رضی اللہ عنہ نے سن لیا اور آواز بھی پہچان لی اور فاروق اعظم کی اس پکار اور مدد سے کفار پر فتح حاصل کی۔ جس سے مسلمان نقصان سے محفوظ رہے اور فتح حاصل ہوئی اب بتاؤ کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے دور سے پکارا۔ حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ نے سن لیا اور نقصان سے محفوظ بھی رہے اور فتح بھی ہوئی۔ اب دیوبندی حکیم الامت اشرف علی تھانوی کے معتقدین فرمائیں کہ یہ کام شرک کے ہیں۔ اگر نہیں ہیں اور واقعی نہیں ہیں۔ تو ایسے مولویوں کی پیروی کرنا چھوڑ دیں۔

۱۴- حقیقۃً یہ علما دیوبند ہندوؤں اور انگریزوں کے خیر خواہ ہیں ہندو اور انگریز کبھی بھی یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ مسلمان اکٹھے ہوں۔ اکٹھے ہو کر کوئی جلوس نکالیں، کوئی عرس منائیں یا متحد یا متفق ہوں یہ اتحاد دشمنانِ اسلام کو ہرگز برداشت نہیں ہو سکتا تو انھیں زر خرید علما کی سخت ضرورت محسوس ہوئی تو یہ علما دیوبند میسر ہوئے جنھوں نے کہا ہندوؤں کی ہولی، دیوالی کا کھانا حلال اور جائز ہے اور گیارھویں شریف یا کسی بزرگ کا تبرک حرام ہے۔ مسلمانوں کے جلوس میلاد النبی کو ناجائز قرار دیا۔ ہندوؤں کی سبیل جو سودی روپیہ سے بنائی گئی ہو اس کا پانی پینا بھی جائز اس سے وضو بھی جائز اور نماز بھی جائز۔ لیکن جس کھانے پر کلام الٰہی یا فاتحہ پڑھی گئی ہے وہ حرام ہے۔

(امداد الفتاویٰ مولوی اشرف علی، جلد۴ صفحہ ۵۸، اور فتاویٰ رشیدیہ جلد صفحہ ۲۲۳)

۱۵- اب موجودہ دور میں موبائل میں ایک شخص دوسرے شخص کو جو دنیا کے دوسرے کونے میں ہے اسے پکارتا ہے۔ اور اسے یقین بھی ہو جاتا ہے کہ میری بات سن لی گئی ہے اور خبر بھی ہو گئی ہے۔ تو مولوی اشرفعلی تھانوی

دیوبندی کے فتوے کے مطابق یہ شرک ہے اب چاہیے کہ جو مولوی صاحب کے معتقدین ہیں انھیں موبائل پر بات نہیں کرنی چاہیے۔ ورنہ مشرک ہو جائیں گے اب یا ان کی پیروی اور عقیدتمندی چھوڑ دیں یا شرک کرتے رہیں۔

۱۶- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ قُلِ اعْمَلُوْا فَسَیَرَ اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَ رَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ۔ (توبہ:۱۰۵)

ترجمہ: ''اور تم فرماؤ کام کرو اب تمہارے کام دیکھے گا اللہ اور اس کے رسول اور مسلمان۔''

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہارے کاموں کو اللہ بھی دیکھے گا۔ اس کے رسول اور مومنین بھی تمہارے کام دیکھیں گے۔ اللہ والے دنیا والوں کے کام بھی دیکھ رہے ہیں اور قبر میں جو کچھ ہو رہا ہے ان کو بھی دیکھ رہے ہیں۔

۱۷- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ''جب مر جاتا ہے مومن پھرتی ہے روح اس کے گھر کے گرد ایک مہینہ۔''

لیکن یاد رہے کہ روحیں انبیاء کرام اور مومنین کی کسی جگہ رہیں لیکن قبر سے سب کو ایسا علاقہ رہتا ہے گویا کہ وہ اس قبر کے پاس موجود ہیں۔ اسی پر اتفاق ہے اہل سنت و جماعت کا۔

پہلی حالت محض روح کا جسم سے جدا ہونا ہے اس حالت میں فی الجملہ سابقہ زندگی کا اثر بدن کی الفت اور دیگر اپنی جنس کی اشیاء کا تعلق اور رابطہ باقی رہتا ہے۔ گویا یہ وقت دنیاوی زندگی اور قبر کی زندگی کے درمیان آڑ ہے کہ ایک چیز دنیاوی زندگی کی موجود ہے اور ایک چیز قبر کی زندگی کی حاصل۔ زندوں کی مدد ایسے وقت میں مُردوں کو جلد پہنچتی ہے۔ اور مُردے ان کی طرف سے صدقہ، دعا اور فاتحہ کے ذریعے مدد کے

منتظر ہوتے ہیں۔ ایسے وقت میں آدمی کے بہت سارے کام فائدہ دیتے ہیں۔ اسی وجہ سے آیا ہے کہ بنی آدم موت کے بعد ایک سال تک گھر کا طواف کرتے ہیں بالخصوص ایک چلہ (۴۰ چالیس دن) تک امداد اور کوشش کا پہنچنا اس نوع سے ہے۔

۱۸- حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی محدث رحمۃ اللہ علیہ زیر آیت **والقمر اذا انشق** مندرجہ بالا حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر یوں رقم طراز ہیں کہ "وارد ہے کہ مردہ اس حالت میں مثل غرق ہونے والے کے جو کسی فریادرس کا منتظر ہے اور صدقات و فاتحہ اس وقت اس کے بہت کام آتے ہیں اور اسی وجہ سے لوگ ایک سال تک اور بالخصوص چالیس روز تک بعد وفات اس قسم کی کوشش پوری طرح سے کرتے ہیں اور میت کی روح بھی قریب موت میں خواب اور عالم مثال میں زندوں سے ملاقات کرتی ہے اور اپنے مافی الضمیر کا اظہار کرتی ہے۔ (تفسیر عزیزی پ ۳۰ صفحہ ۱۱۳ مطبوعہ دہلی)

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ شخصیت اپنے زمانہ کے مایہ ناز مفسر قرآن محدث اور تمام علماء کے نزدیک مانے ہوئے بے مثال عالم باعمل ہیں اور معترضین بھی ان کے معتقد ہیں۔ آپ مزید فرماتے ہیں:

ب: تیجہ کے روز آدمیوں کا ہجوم اس کثرت سے تھا کہ شمار میں نہیں آسکتا۔ اکیاسی (۸۱) ختم کلام اللہ شریف شمار میں آئے اور شاید اور بھی زیادہ ہو گئے ہوں اور کلمہ کی تو کوئی انتہا ہی نہیں۔ (ملفوظات عزیزی رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۸۰)

۱۹- اور صحیح اسناد کے ساتھ حضرت مجاہد سے روایت ہے کہ وہ (یعنی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ) ختم شریف کے وقت اجتماع فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ ختم شریف کے وقت رحمت کا نزول ہوتا ہے اور ختم کے وقت دعا مستجاب ہے۔

۲۰- تیجہ میں کیا ہوتا ہے

۱-کلمہ طیبہ پڑھا جاتا ہے یا سورۃ اخلاص جسے تین بار پڑھنے سے پورے قرآن پاک کا ثواب ملتا ہے۔

۲-شمار کے لیے دانہ ہائے نخود (چنے) کا معین کرنا

۳-قرآن پڑھنا

۴-برادری اور دوست آشناؤں کا قرآن اور کلمہ طیبہ پڑھنے کے لیے جمع ہونا

۵-اس کام کے لیے تیسرا دن مقرر کرنا۔

کیوں کہ بعد مرنے کے اول اول مردے کا دل اپنے دوست اور احباب سے لگا رہتا ہے۔ پھر آہستہ آہستہ بالکل ادھر سے بے تعلق ہو جاتا ہے۔لڑکی کا نکاح کر کے سسرال بھیجتے ہیں تو اولاً جلد از جلد اس کو بلانا چلانا ہدیہ وغیرہ بھی جاری رہتا ہے۔ پھر جس قدر زیادہ مدت گزری یہ کام بھی کم ہوتے جاتے ہیں۔ کیوں کہ شروع میں اسے وہاں دلجمعی حاصل نہیں ہوتی۔ اس کی اصل حدیث شریف سے بھی ملتی ہے۔ بعد دفن کچھ دیر قبر پر کھڑا ہو کر ایصالِ ثواب اور تلقین سے میت کی مدد کرنی چاہیے۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

لَقِّنُوْا اَمْوَاتَکُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه۔

اسی لیے بعد دفن قبر پر آذان پڑھی جاتی ہے۔

اسی بنا پر جلد از جلد ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے۔ جو کوئی میت کی نیت سے ایک لاکھ بار لا الله الا الله پڑھے اور ثواب اس کا میت کو بخشے اگر وہ قابلِ عذاب ہوگا اس کو عذاب نہ کریں گے اور اگر وہ قابلِ عذاب نہیں تو اس کے درجات بلند کر دیئے جائیں گے۔ (حدیث)

مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی نے اپنی کتاب ''تحذیر الناس' مطبوعہ بریلی کے صفحہ ۴۰ میں لکھا ہے کہ ''حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے کسی مرید کا رنگ یکا یک متغیر ہوگیا۔ آپؒ نے سبب پوچھا۔ تو بہ روئے مکاشفہ اس نے یہ کہا کہ اپنی اماں کو دوزخ میں دیکھتا ہوں۔ حضرت جنید نے ایک لاکھ یا پچھتر ہزار بار کبھی کلمہ پڑھا تھا۔ یوں سمجھ کر کہ بعض رواتیوں میں اس قدر کلمہ کے ثواب پر وعدہ مغفرت ہے اپنے جی ہی جی میں اس مرید کی ماں کو بخش دیا اور اس کو اطلاع نہ کی۔ مگر بخشتے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ وہ جوان ہشاش بشاش ہے۔ آپ نے پھر سبب پوچھا۔ اس نے عرض کیا کہ اب اپنی والدہ کو جنت میں دیکھتا ہوں تو آپ نے اس پر یہ فرمایا کہ اس جوان کے مکاشفہ کی صحت تو مجھ کو حدیث سے معلوم ہوئی اور حدیث کی تصحیح اس کے مکاشفہ سے ہوگئی۔ انتھیٰ کلامہ۔

ان روایات، احادیث اور دستور العمل ہونے سلف صالحین سے وجہ تخصیص کلمہ طیبہ کی عمدہ طور پر ظاہر ہوگئی پس اسے بدعت اور ضلالت کہنے کا رد ہوگیا۔

تیجا شریف میں کیا ہوتا ہے

فجر کی نماز کے بعد اہلِ میت کے گھر یا مسجد میں نمازی اور میت کے رشتہ دار بیٹھ جاتے ہیں۔ مسجد ہو تو صفوں پر اور اگر گھر ہو تو دریوں وغیرہ پر بیٹھ جاتے ہیں۔ اہلِ میت ساڑھے ۱۲ سیر بھنے ہوئے چنے جن کی تعداد گنتی میں تقریباً ایک لاکھ ہوتی ہے، چادریں وغیرہ بچھا کر رکھ دیتے ہیں۔ اور بیٹھنے والے لوگ ان پر کلمہ شریف یا قل شریف پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔ جب ایک لاکھ بار کلمہ پڑھا جاتا ہے تو کوئی صالح شخص دعا مانگتا ہے اور درود شریف پڑھتا ہے اس کا ثواب اور اہلِ میت نے جو کچھ گھر میں قرآن مجید وغیرہ پڑھے ہوں سب کا ثواب میت کو بخش دیتا ہے۔ حاضرین آمین

کہتے ہیں۔ اور وہ چنے حاضرین میں تقسیم کر دیئے جاتے ہیں۔ جس سے میت کی بھی بخشش ہوگئی، پڑھنے والوں کو بھی ثواب ملا، اہلِ خانہ کے لیے بھی دعا کی گئی انھیں بھی ثواب ملا۔ جو لوگ یہ کام نہیں کرتے ان کے فوت شدگان بددعائیں دیتے ہوں گے۔ نہ ان کی بخشش کا سبب نہ ان کی تکلیفات کا ازالہ، اور نہ پڑھنے والے خود ثواب سے محروم۔ دعوت وضیافت میں بھنے ہوئے چنے نہیں پیش کیے جاتے لٰہذا یہ نہ تو دعوت اور ضیافت ہوئی اور نہ ہی کوئی ناجائز کام ہوا۔

ساتے کا ختم شریف

۱- حلیۃ الاولیاء میں ابو نعیم نے حدیث پاک بیان فرمائی کہ ابو بکر بن مالک نے سنا۔ انھوں نے عبداللہ بن امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا طاؤس نے کہ فوت شدہ لوگ اپنی قبروں میں سات دن تک آزمائش وامتحان میں ہوتے ہیں۔ پس وہ ان دنوں میں ان کی طرف سے کھانا کھلانے کو مستحب سمجھتے ہیں۔

(حلیۃ الاولیاء جلد چہارم صفحہ ۱۱، مطبوعہ بیروت لبنان، مؤلف حافظ ابو نعیم عبداللہ اصبہانی المتوفی ۴۳۰ھ، شرح الصدور مطبوعہ مصر صفحہ ۸۷، ۷۷ مؤلفہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ)

۲- فی الحال شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں:
"مستحب ہے کہ میت کی طرف سے اس کے فوت ہونے سے لے کر سات دن تک صدقہ اور خیرات کیا جائے۔"

(اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف، باب زیارت القبور)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ایسی برگزیدہ شخصیت ہیں کہ تمام علماء حضرات انھیں معتبر محدث، عالم باعمل مانتے ہیں اور ان کے دلی طور پر

معتقد ہیں۔سب سے پہلے ملک پاک وہند میں علم الحدیث سے مسلمانوں کو روشناس کرانے والے یہی بزرگ ہیں۔آپ شہنشاہِ اکبر کے زمانہ میں یہاں تشریف لائے۔حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اعلانیہ ملکی سطح پر حکومتی عہدیداروں کو اسلام سے روشناس کرایا اور حکومت کی طرف سے دی گئی تکلیفیں بھی برداشت کیں۔حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے کامیابی سے نوازا۔اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے قلمی طور پر حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات علم الحدیث سے عوام وخواص کو روشناس کرایا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ روضہ اقدس حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہروقت حاضر رہتے تھے اور صفائی وغیرہ کرتے تھے۔

ایک روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اے شیخ عبدالحق ہم تمہیں ملک ہند دہلی بھیج رہے ہیں۔وہاں ہمارا علم، علم الحدیث پھیلاؤ۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سر جھکا لیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبدالحق کیا بات ہوئی دلی جذبہ شوق کا اظہار نہیں فرمایا۔عرض کی کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپکا حکم سر آنکھوں پر لیکن یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہاں میں آپ کی زیارت سے مشرف ہوتا رہتا ہے۔آپ مجھے اپنے سے دور فرما رہے ہیں۔ میں آپ کی زیارت نہیں کرسکوں گا تو مجھے چین کیسے آئے گا۔میں ایک نعمت عظمیٰ سے محروم ہوجاؤں گا۔سرورِ عالم فخر موجودات نے فرمایا: اے عبدالحق جیسے ہم یہاں آپ کو اپنی زیارت سے مشرف فرماتے ہیں ایسے ہی ہم آپ کو دہلی میں زیارت سے مشرف فرماتے رہیں گے۔

تو ایسے برگزیدہ لوگوں کے عقائد اور اعمال اچھے ہیں یا ان لوگوں کے جو کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے زیادہ ابلیس کو علم ہے۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اردو دیوبندیوں سے سیکھی۔(براہینِ قاطعہ) اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر ہے۔(فتاویٰ رشیدیہ) ہندوؤں کی دیوالی کی ریوڑیاں، ہندوؤں کے ہاتھوں کی پوڑیاں، ہولی، دیوالی کا سب کھانا

جائز۔ (فتاوی رشیدیہ) لیکن گیارھویں شریف کا تبرک حرام، جس کھانے پر فاتحہ پڑھی گئی وہ موجب کفر اور حرام ہے۔ (نعوذ باللہ)

اس اشتہار میں جتنے اعتراض کیے گئے ہیں وہ سب تھانوی کی ''بہشتی زیور'' اور رشید گنگوہی کے ''فتاویٰ رشیدیہ'' سے لیے گئے ہیں اب آپ بتائیں کہ ان دیوبندیوں وہابیوں کے عقائد اچھے ہیں؟ کیا ان کی پیروی اچھی ہے یا ایسے بزرگوں کی جو صاحب حضوری ہیں، جنھیں ہر وقت سرورِ عالم کی زیارت ہوتی رہتی ہے؟ مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

> ''بعض اولیاء اللہ ایسے بھی گزرے ہیں کہ خواب میں یا حالت غیبت میں روزمرہ ان کو دربارِ نبوی میں حاضری کی دولت نصیب ہوتی تھی۔ ایسے حضرات صاحب حضوری کہلاتے ہیں۔ انھیں میں سے ایک حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بھی ہیں کہ یہ بھی اس دولت سے مشرف تھے اور صاحب حضوری تھے۔''

(الاضافات الیومیہ جلد ہفتم صفحہ ٦)

اب اگر کوئی عالم اہلِ سنت کا یہ بیان دے دیتا تو ان لوگوں نے قطعاً تسلیم نہیں کرنا تھا۔ اب تو انھیں اپنے حکیم الامت کی بات مان لینی چاہیے۔

جب ایسے برگزیدہ لوگ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور مولانا علامہ مفسر قرآن محدث حضرت شاہ عبدالعزیز بن حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہم۔ تیجے، ساتے، دسویں، بیسویں کے قائل ہوں ان کے ماننے کے لیے کس دلیل کی کمی رہ جاتی ہے یعنی جب یہ علما صاحب حضوری ہیں تو اگر یہ کوئی غلط بات کہتے یا اپنی کسی تصنیف میں تحریر فرماتے تو سرورِ عالم ضرور تنبیہ فرماتے۔ تو ثابت ہوا کہ انھوں نے جو کچھ تحریر فرمایا منشاء نبوی کے مطابق تحریر فرمایا۔

چالیسواں (ختم مبارک)

۱- فتاویٰ عالمگیری کے مرتب جناب حضرت ملاں جیون علیہ الرحمۃ کے صاحبزادے حضرت علامہ محمد فیض عالم کی تصنیف لطیف کتاب ''وجیز الصراط'' میں فرماتے ہیں: ''صدقہ دینا چالیس دن پس میت شوق رکھتی ہے۔ ان دنوں اپنے گھر کا۔'' (شرح برزخ، فیض الاسلام، صفحہ ۲۴۵ کتاب الوجیز)

۲- ''تفسیر عزیزی'' میں ہے: ''حدیث مبارک میں ارشاد ہے کہ مردہ اس حالت میں ڈوبنے والے کی مانند ہوتا ہے اور فریادرس کا انتظار کرتا ہے اور صدقات وفاتحہ اس وقت میں اُس کے لیے بہت زیادہ کارآمد ہیں۔''

اور اس جگہ کہ عام بنی نوع انسان ایک سال تک کے لیے اور بالخصوص چالیس دنوں تک میت کے بعد اس نوعیت کی امداد کی پوری کوشش کرتے ہیں اور میت کی روح موت کے قریب خواب میں اور عالم مثال میں زندوں سے ملاقات کرتی ہے اور اپنے مافی الضمیر کا اظہار کرتی ہے۔

(تفسیر عزیزی المعروف فتح العزیز پ: ۳۰، صفحہ ۱۱۳)

مندرجہ بالا روایت میں شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہما نے چالیس دن تک میت کی مغفرت کے لیے کوشش کرنے کے متعلق حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے جس انداز سے استنباط کر کے مسئلے کی وضاحت کی ہے۔ وہ شاہ صاحب کا نام لے لے کر عوام کو چکر میں ڈالنے والی ناخلف ذریت کے لیے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتی ہے۔

۳- شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس یوم تک میت کے لیے کوشش کرنے والوں کو بدعتی نہیں لکھا بلکہ اس کار خیر پر جمیع مسلمانوں کا اجماع ثابت کیا ہے۔

۴۔ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ان کے برادر خورد شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ملاحظہ فرمائیں اور "دوسرے تابعین کرام رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ تھے سلف وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم محبوب رکھتے کھانا دینا میت کی طرف سے چالیس دن اور اس کے بے شمار شواہد ہیں۔"

سالانہ ختم پاک

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سال بہ سال شہداء کی قبور پر تشریف لے جانا۔

روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لایا کرتے تھے قبور شہداء پر برسویں دن ہر برس اور فرماتے تھے **سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ** اور بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چاروں خلفاء راشدین بھی اسی طرح کرتے رہے۔ (درمنثور اور تفسیر کبیر وغیرہ)

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں کلام پاک پڑھ کر ایصالِ ثواب فرمایا کرتے تھے اس سے سالانہ ختم پاک بھی اور سالانہ عرس مبارک بھی ثابت ہوا۔

۲۔ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ہر سال اپنے باپ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سالانہ ختم پاک اور عرس مبارک منایا کرتے تھے۔

۳۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ یعنی جب مرجاتا ہے مومن پھرتی ہے روح اس کے گھر کے گرد ایک مہینہ۔ یعنی دیکھتی ہے وہ روح کس طرح تقسیم ہوتا ہے۔ مال اس کا، کس طرح ادا کیا جاتا ہے قرض اس کا۔ جب مہینہ پورا ہوتا ہے دیکھتی ہے اپنے بدن کو روح اور پھرتی ہے گرد قبر کے ایک برس تک۔ دیکھتی ہے کون میرے لیے دعا کرتا ہے۔ کس کو میرا غم ہے۔ (دقائق الاخبار، غزالی)

۴- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور وہ جوان کے بعد آئے عرض کرتے ہیں۔ اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ۔ اے ہمارے رب بیشک تُو ہی نہایت مہربان رحم والا ہے۔ (حشر: ۱۰)

اس سے دو مسئلے ثابت ہوئے۔ ایک یہ کہ صرف اپنے لیے دعا نہ کریں۔ سلف صالحین کے لیے بھی کریں۔ دوسرے یہ کہ بزرگانِ دین خصوصاً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم واہلِ بیت رسول کے عرس، ختم نیاز، فاتحہ اعلیٰ چیزیں ہیں۔ کہ ان میں ان بزرگوں کے لیے دعا ہے۔ (تفسیر نور العرفان)

اسی لیے تیجہ، دسواں، چالیسواں وسالانہ میں سب بزرگوں کو بھی ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے اور بزرگوں کے عرسوں میں بھی ذکر اذکار اور اس بزرگ کے کارہائے نمایاں بیان کیے جاتے ہیں جن سے انھوں نے کفار کو بھی حلقہ بگوش بنا دیا جس سے مسلمانوں کے دلوں میں دین کی محبت دنیاوی لذات سے نفرت اور اتحاد و اتفاق کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ یہ باتیں کفار ہندوؤں اور دشمنانِ اسلام انگریز کو ناگوار گذرتی ہیں لہٰذا وہ ان کے خلاف ہیں۔ مسلمانوں کو باخبر رہنا چاہیے۔

پندرھواں اعتراض

شادی پر تیل، مہندی، مائیوں، سہرابندی، بارات، جہیز، آتش بازی، ناچ گانا، ڈانس اور مختلف قسم کی بیہودہ رسمیں۔

ایسی رسومات جو شریعت کے احکامات کے منافی ہیں ان کے ہم بھی قائل نہیں ہیں۔ صرف بارات میں کم از کم پانچ آدمی اور اتنی عورتیں تو ہوتی ہی ہیں۔ اس سے کم تعداد کو بارات نہیں کہا جاتا۔ اگر اتنے افراد پر بھی پابندی ہو تو دلہا صاحب اور

دوسرے ان کے والد صاحب ہی ہونے چاہئیں۔

سولہواں اعتراض

مزاروں پر عورتوں اور مردوں کا ملاپ اور دھمال ڈالنا۔

(بہشتی زیور جلد: ۱، مصنفہ اشرفعلی)

باپردہ عورت اپنے باپ بھائی یا خاوند کے ساتھ مزار پر چلی جائے تو کوئی بری بات نہیں کیوں کہ عورت جب گھر سے بہ نیت دربار جانے کا ارادہ کرتی ہے اس کے دل میں اللہ کی طرف توجہ ہوتی ہے۔ خوف خدا مدنظر ہوتا ہے۔ دلی طور پر اللہ کے ولی اور اللہ کی محبت دل میں ہوتی ہے زبان پر اللہ کا ذکر اور توجہ الی اللہ ہوتی ہے۔ نوافل اور قرآن پاک کی تلاوت کرتی ہے۔ ہوسکتا ہے اسی وقت کوئی عالم دین وعظ فرما رہا ہو تو اس کی دینی بات دل پر اثر کر جائے۔ معافی مانگ لے اور توبہ کر لے تو بخشش کا سبب بن سکتا ہے۔

عورتوں اور مردوں کا ملاپ تو ہر گلی میں، سڑک میں، چوکوں میں، دکانوں میں ہوتا ہے۔ آج کل تو عورتیں ہی دکانوں پر خرید وفروخت کرتی ہیں۔ کیا منڈیوں میں، مارکیٹوں میں، دفتروں میں، مردوں اور عورتوں کا ملاپ نہیں ہوتا؟ کیا یہ سب میل ملاپ جائز اور نہ ان پر کوئی اعتراض اور نہ کوئی گناہ ہے؟ یہ سب معاف لیکن گناہ اگر ہے تو مزاروں پر جانا۔ جہاں اللہ و رسول کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ موت یاد آجاتی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: موت کی یاد دنیا کی تمام لذتوں کو ختم کر دیتی ہے۔ جب دنیا کی لذتوں سے نفرت ہوئی تو توجہ الی اللہ نصیب ہوئی۔

آپ کی توجہ سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کی طرف کیوں نہیں ہوئی؟ وہاں میل ملاپ نہیں ہوتا؟ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک یہ تمام میل ملاپ

درست اور جائز ہیں لیکن مزارات اولیاء کی زیارت کونشانہ تنقید بنایا جاتا ہے۔

اگر عورت کے لیے مزار کی زیارت جائز نہ ہوتی تو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کبھی بھی روضہ اقدس سرورِ عالم، ابوبکر صدیق اور فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ پر تشریف نہ لاتیں۔

سترھواں اعتراض: امام ضامن، شرک ہے

یک شنبہ ۹ جولائی ۱۹۶۱ء کے ''جنگ'' راول پنڈی میں خبر شائع ہوئی کہ صدر پاکستان محمد ایوب خان صاحب جب امریکہ کے دورے پر کراچی سے روانہ ہوئے تو مولانا احتشام الحق دیوبندی صاحب نے صدر کے بازو پر امام ضامن باندھا اور ۱۰ جولائی ۱۹۶۱ء دوشنبہ کے جنگ اخبار میں مولانا احتشام الحق کا فوٹو شائع ہوا۔ جس میں آپ صدر کے بازو پر امام ضامن باندھ رہے ہیں۔

امام ضامن کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ہم امام حسین کے نام کا روپیہ مسافر کے بازو پر باندھتے ہیں۔ امام ضامن اس کے ضامن ہیں ان کے سپرد کرتے ہیں۔ جب مسافر بخیریت واپس آئے۔ تب اس روپیہ کی فاتحہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے نام کی کی جائے جن کے سپرد مسافر کیا گیا تھا۔ دیکھو اس میں امام حسین رضی اللہ عنہ کی مدد بھی لی گئی۔ ان کی فاتحہ بھی کی گئی۔ ان کی نذر بھی مانی گئی جناب صدر کو ان کے سپرد بھی کیا۔ اور فوٹو بھی بنوائی۔ کیا یہ شرک نہیں؟

کراچی ۳۱ جولائی ۱۹۶۰ء صدر مملکت فیلڈ مارشل محمد ایوب خان نے آج شام یہاں قائداعظم محمد علی جناح کے مقبرہ کا سنگ بنیاد رکھا۔ اس سے پہلے مولانا احتشام الحق تھانوی نے سپاسنامہ پیش کرتے ہوئے صدر ایوب کو خراج تحسین پیش کیا۔ اور مقبرے کی تعمیر میں ذاتی دلچسپی لینے پر شکریہ ادا کیا۔ انھوں نے کہا کہ صدر

ایوب کے ہاتھوں سے مقبرہ کا سنگِ بنیاد رکھے جانے سے پاکستان کے لوگوں کی ایک دیرینہ آرزو پوری ہو جائے گی۔ آپ (مولانا احتشام الحق تھانوی) نے کہا کہ اگرچہ قائداعظم رحلت کر چکے ہیں لیکن وہ اپنے بنیادی نظریات کی بنا پر ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ (روزنامہ کوہستان لاہور یکم اگست ۱۹۶۰ء)

مولوی اسماعیل دہلوی کا فتویٰ

قبروں پر چادریں چڑھانا، مقبرے بنانا، تاریخ لکھنا یہ کام کرنے والے مسلمان نہیں۔ ایک بالشت سے اونچی قبر نہ بنائے۔ قبر پر مقبرہ بنانا حرام ہے خواہ کسی ہی کی قبر ہو۔ (تقویۃ الایمان)

تاریخ وغیرہ پتھر پر لکھ کر قبر پر لگانا ناجائز ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد:۱، صفحہ:۱۶، سطر ۱۷)

یعنی پہلے طالب کو چاہیے کہ باوضو دوزانو نماز کے طریقہ پر بیٹھے اور اس سلسلہ کے اکابر یعنی حضرت خواجہ معین الدین سنجری اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی وغیرہما کے نام کی فاتحہ پڑھ کر درگاہِ الٰہی میں ان بزرگوں کے وسیلہ سے التجا کرے اور انتہائی عجز و نیاز اور کمال تضرع وزاری کے ساتھ اپنے حل مشکل کی دعا کر کے دوضربی ذکر شروع کرے۔ (صراطِ مستقیم صفحہ ۱۲۲، از مولوی اسماعیل دہلوی)

اپنے ہی عقیدے پر مولوی اسماعیل دہلوی کا اپنا فتویٰ

”یہی پکارنا اور منتیں ماننی اور نذر و نیاز کرنی ان کو اپنا وکیل اور سفارشی سمجھنا یہی ان کا کفر و شرک تھا۔ سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گو کہ اللہ کا بندہ و مخلوق ہی سمجھے سو ابوجہل اور وہ شرک میں برابر ہے۔ (تقویۃ الایمان مولوی اسمٰعیل دہلوی)

قارئین حضرات آپ نے دیکھ لیا جو کام اہلِ سنت و جماعت کرتے ہیں دیوبندی حضرات اس پر شرک کا فتویٰ لگاتے ہیں اور وہی کام یہ خود بھی کرتے ہیں تو بقلم خود مشرک ثابت ہوئے۔

اٹھارواں اعتراض: میت پر عورتوں کا بین اور ماتم کرنا

میت کے پاس بلند آواز سے ذکر اللہ اور قرآن پاک کی تلاوت کرنی چاہیے۔ ذکر کی آواز جہاں تک جاتی ہے ابلیس وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ لہٰذا اس سے میت کو منکر نکیر کے جواب میں آسانی ہوگی۔ جہاں ذکر ہوتا ہے رحمت کا نزول ہوتا ہے اور رحمت کے فرشتے نازل ہوتے ہیں جو میت کے لیے سکون کا باعث ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: میت کے وارثوں کا رونا میت کے لیے تکلیف کا باعث بنتا ہے۔

انیسواں اعتراض: عرس

شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ''زبدۃ النصائح'' میں لکھتے ہیں:

روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لایا کرتے تھے۔ قبور شہداء احد پر ہر سویں دن ہر برس ادا فرماتے تھے۔ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ۔ اور بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چاروں خلفاء راشدین بھی اسی طرح کرتے رہے۔ (درمنثور اور تفسیر کبیر وغیرہ)

اس تقریر سے چند باتیں ثابت ہوئیں:

۱- ایک یہ کہ شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تعین عرس کی اصلیت احادیث سے پہنچائی یعنی ابن منذر اور ابن مردویہ اور ابن جریر کی روایتیں جو در منثور تفسیر کبیر سے نقل فرمائی ہیں ان میں یہ بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سال بہ

سال شہدا کی قبر پر ہر برس کے سرے پر تشریف لاتے تھے اور اسی طرح آپ کے بعد خلفا اربعہ کرتے رہے۔

غرضیکہ اصلیت عرس ثابت ہوگئی

اور حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا اس حدیث پر عمل رہا۔ اور اپنے والد محترم کا سالانہ عرس مناتے رہے۔

ثابت ہو گیا کہ موت شہداء کے دن سے برسویں دن ہر سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے جاتے تھے۔ یہ ہی معنی عرس کے ہیں اور عرس میں کچھ پڑھنا ایصالِ ثواب کرنا اور مباحات کا مرتکب ہونا جائز ہے۔ مگر محرمات سے احتراز ضروری ہے۔ اور خاندان شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ میں عرس ہر سال (خالی منکرات سے) جاری رہا ہے۔ اب جو کوئی شاہ صاحب موصوف کے خاندان میں ہو کر اپنے بزرگوں کا کلام رد کر دے اس کو ہم کیا کہیں (جو اپنے ہی بزرگوں کا مخالف ہو جائے)

دوسری بات یہ ہے کہ قبور صالحین کی زیارت موجب برکت ہے۔

تیسری یہ کہ قدیم سے حاسد لوگ زبردستی طعنے دیا کرتے ہیں اور افترا باندھا کرتے ہیں کہ ان لوگوں نے اس کام کو فرض واجب جان رکھا ہے۔ طعنہ دینے والوں کے بارے میں شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ایں طعن مبنی بر جہالت۔ یعنی یہ طعنہ زنی جہالت پر مبنی ہے۔

چوتھی یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ

اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَی اللّٰہِ اَدْوَمُھَا وَ اِنْ قَلَّ۔

یعنی ”اللہ کو بہت پیارا وہ عمل ہے جو سدا یعنی ہمیشگی کے ساتھ کیا جائے اگرچہ تھوڑا ہو۔“

تو شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے اور ان کے معمول دائمی سے معلوم ہو گیا کہ مستحب پر دائمی عمل کرنا مستحب ہے۔

پانچویں یہ کہ ایک وقت میں جمع بین العبادتین یعنی قرآن پاک کی تلاوت، دعا، تقسیم شیرینی اور طعام کرنا برا نہیں۔ بلکہ مستحسن اور خوب ہے۔ اور خوب بھی کیسا کہ باجماع علماء۔ اب ان حضرات کے مقابل اور ان کی تحقیقات کے مقابل منکرین کی کیا اہمیت رہ جاتی ہے۔

جب منکر نکیر قبر میں آتے ہیں تو مقبولانِ الٰہی سے کہتے ہیں نم کنومة العروس۔ یعنی "سو جا جیسے دلہن سوتی ہے۔" عرس جو رائج ہے اسی سے ماخوذ ہے۔ اگر کوئی اس دن کو خیال رکھے اور اس میں عرس کرے تو کون سا گناہ لازم ہوا۔

(شمائم امدادیہ الملفوظات حاجی امداد اللہ صاحب جمع کردہ اشرف علی تھانوی)

لفظ عرس ماخوذ اس حدیث سے کہ نم کنومة العروس۔ یعنی بندہ صالح سے کہا جاتا ہے کہ عروس کی طرح آرام کر۔ کیوں کہ موت مقبولانِ الٰہی کے حق میں وصال محبوب حقیقی ہے۔ اس سے بڑھ کر کون سی عروسی ہوگی (الیٰ قولہ) سب سلاسل کے لوگ ایک تاریخ میں جمع ہو جائیں باہم ملاقات بھی ہو جائے اور صاحب قبر کی روح پر قرآن قوالی و طعام کا ثواب بھی پہنچایا جائے یہ مصلحت ہے تعین یوم اور عرس میں۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ از حاجی امداد اللہ مکی جو رشید احمد گنگوہی اور مولانا اشرف علی کے پیرو مرشد ہیں) اب شاگردوں کی سنیئے۔

۱- اور طریقہ معینہ عرس کا طریقہ سنت کے خلاف ہے اور بدعت ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ)

۲- قبروں پہ عرس منانا یہ سب بری رسمیں ہیں۔ (بہشتی زیور مولانا اشرفعلی)

اس اشتہار کے پہلے اعتراض حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل اس

خانے میں یہ لکھا ہے آپ ﷺ قبرستان جا کر قبر والوں کے لیے دعا مغفرت فرماتے تھے۔اس سے ثابت ہوا:

۱- قبرستان جانا سنت رسول مقبول ﷺ ہے۔

۲- زیارت قبور سنت رسولِ مقبول ﷺ ہے۔

۳- آپ ﷺ کے تشریف لے جانے سے ضروری ثابت ہوتا ہے کہ آپ مقرر شدہ ایام میں تشریف لے جاتے ہوں گے۔

۴- اس حدیث پاک سے ثابت ہے کہ صحابہ کرام بھی ساتھ ہوتے تھے لہٰذا مجمع ثابت ہوا۔ جسے عرس کا نام دیا جاتا ہے۔

۵- اشتہار میں یہ بھی لکھا ہے کہ آپ دعا بھی فرماتے تھے یعنی ایصالِ ثواب بھی فرماتے۔قرآن پاک کی تلاوت بھی فرماتے۔

۶- اس حدیث پاک میں ہے آپ سالانہ تشریف لے جاتے لہٰذا عرس میں بھی یہی کچھ ہوتا ہے۔لیکن غیر شرعی حرکات سے پرہیز ضروری ہے۔

مولوی اشرف علی صاحب ''شمائم امدادیہ'' میں لکھتے ہیں کہ ''اگر کسی نیک کام بں برائی کا کام شامل ہو جائے تو اس برائی کے کام کو دور کرنا چاہیے نہ یہ کہ اس نیکی سے روکا جائے۔''

ان تمام باتوں سے بزرگان کا سالانہ عرس ثابت ہوا۔

بیسواں اعتراض: مختلف مذہبی جلوس

معترض نے ہندوؤں کے رام لیلیٰ اور گنیش کے جلوس کو مسلمانوں کے تمام جلوسوں سے تشبیہ دے دی۔ یہ بہت ظلم کی بات ہے۔ یہ تو ایسی بات ہوئی کوئی کہے کہ ہندو مندر میں عبادت کرتے ہیں مسلمان مسجد میں عبادت کرتے ہیں یہ ہندوؤں کی

مشابہت ہوگئی۔ ہندو گنگا کا پانی لاتے ہیں اور احترام کرتے ہیں مسلمان آبِ زمزم کے پانی کا احترام کرتے ہیں تو کیا یہ ہندوؤں سے مشابہت ہوگئی؟ ہندو اپنے مذہب کے مطابق جلوس نکالتے ہیں۔ مسلمان اپنے رب کے حکم کے مطابق جلوس نکالتے ہیں۔فرمانِ خداوندی:

قُلْ بفضل الله و بِرَحْمَتِهٖ فَبِذَالِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ۔ (یونس:۵۸)

ترجمہ: ''تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اس کی رحمت اسی پر چاہیے کہ خوشی کریں وہ ان کی سب دھن دولت سے بہتر۔''

مسلمانوں کے لیے اللہ جل شانہ کا فضل اور اس کی رحمت حضور سرورِ عالم ﷺ ہیں۔اور فرمایا کہ اس پر خوشی کا اظہار کریں جو تمام دھن دولت سے بہتر ہے۔ لہٰذا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے میلاد پاک پر ہم بحکم خداوندی خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔خوشی کے اظہار میں میلادِ مصطفیٰ کا جلوس بھی شامل ہے۔

جلوس کا لغوی معنی تو بیٹھنا ہے۔مگر عرفِ عام میں کچھ لوگوں کا مل کر اپنے ذہنی فکری اور قلبی جذبات کا اظہار ہوتا ہے۔تو گویا جلوس جذبات کے اظہار کا ایک طریقہ بھی ہے۔

معترض نے لکھا ہے کہ ہندو رام لیلیٰ اور گنیش کا جلوس نکالتے ہیں اور اسے مسلمانوں کے مذہبی جلوس سے تشبیہ دی ہے۔اب اگر مسلمان مذہبی جلوس نہ نکالیں تو پھر کیا غیر مذہبی جلوس نکالیں؟ اب غیر مذہبی جلوسوں کے لیے کون سی دلیل ہے۔اور جب غیر مذہبی جلوس نکالا جائے گا تو کیا مسلمان اس وقت مذہب کے پابند ہوں گے۔ہرگز نہیں۔ مذہب اسلام میں کسی وقت بھی غیر اسلامی حرکات اور غیر اسلامی جلوس وغیرہ کی اجازت نہیں ہے۔

یہ اعتراض مولوی اشرف علی کی تصنیف ''بہشتی زیور'' جلد:۱، سے لیا گیا ہے۔اشرف علی وہ شخصیت ہیں جنھوں نے اپنی تصنیف ''حفظ الایمان''صفحہ ۸ میں یہ لکھا ہے کہ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے۔ایسا علم غیب تو زید وعمر بلکہ ہر صبی (یعنی بچہ) ومجنوں بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لیے بھی حاصل ہوتا ہے۔ (حفظ الایمان صفحہ ۸)

اس پر علماء مفتیان کرام عرب وعجم نے کفر کے فتوے صادر فرمائے۔وہ لکھتے ہیں کہ مذہبی جلوس ہندوؤں کی رسم ہے۔دراصل اشرف علی کو یہ لکھنے کی اس لیے ضرورت پڑی کہ انھوں نے میلاد مصطفیٰ کے جلوس کی مخالفت کرنی ہے اور دیگر جلوسوں میں مسلمانوں کی اکثریت اتحاد اور آپس میں محبت اور میلاد مصطفیٰ کے جلوس سے مسلمانوں کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے، ایمان پختہ ہوتا ہے۔اور یہ بات ہندو اور انگریز کو سخت ناگوار گزرتی ہے۔چوں کہ وہ کھلم کھلا خود کچھ بھی نہیں کر سکتے تھے۔انھیں زرخرید مولویوں کی ضرورت محسوس ہوئی۔تو اس قسم کے لوگ آڑے آئے۔

دیوبندی مولوی اشرفعلی تھانوی کے انگریزی تنخواہ دار ایجنٹ ہونے کے متعلق دیوبندیہ کے شیخ الاسلام مولوی شبیر احمد عثانی کا واضح بیان خود دیوبندیوں کی معتبر کتاب (مکالمۃ الصدرین شبیر احمد عثانی) سے ملاحظہ کیجیے:

دیکھیے حضرت مولانا اشرفعلی صاحب تھانوی ہمارے اور آپ کے مسلم بزرگ پیشوا تھے ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے سنا گیا ہے کہ ان (تھانوی صاحب) کو چھ سو روپے ماہوار حکومت برطانیہ کی جانب سے دیئے جاتے تھے۔

(مکالمۃ الصدرین شبیر احمد عثانی مطبوعہ دہلی)

آپ اندازہ کیجیے کہ اس وقت کا چھ سو روپیہ آج کل کے کتنے روپوں کے برابر ہوگا۔۱۹۴۶ء سے پہلے گندم آٹھ آنہ من تھی یعنی ایک روپیہ کی دو من آج اگست

۲۰۱۱ء میں ایک ہزار روپیہ من گندم ہے۔ یعنی اُس وقت کا ایک روپیہ اس وقت کے دو ہزار روپے کے برابر ہوا۔ اس وقت کا چھ سو روپیہ اس وقت کے بارہ لاکھ روپے کے برابر ہوا۔ جس مدرسے کو انگریز حکومت کی طرف سے ماہانہ بارہ لاکھ روپیہ ملے تو وہ مدرسہ حکومت کے خلاف کیسے ہوسکتا ہے۔ اس مدرسہ نے تو حکومت کے گن ہی گانے ہیں۔

اس کے بعد مولوی عثمانی نے حسین احمد دیوبندی ومفتی کفایت اللہ وغیرہ کو کہا کہ آپ حضرات کے متعلق بھی عام طور پر مشہور ہے کہ آپ ہندوؤں سے روپیہ لے کر کھا رہے ہیں۔ (مکالمۃ الصدرین شبیر احمد عثمانی صفحہ ۱۰)

مکالمۃ الصدرین کا مطلب دو صدروں کے درمیان کلام۔ دو صدروں سے مراد جمعیت العلماء الہند کے صدر صاحب اور جمعیت العلماء الاسلام کے صدر کے درمیان کلام جس کو طاہر قاسمی دیوبندی صاحب نے ترتیب دیا۔

اگر یہ شہرت بالکل بے بنیاد ہوتی تو مولوی شبیر احمد صاحب ایسا دیوبندیوں کا معتبر آدمی اسے کبھی بہ طور طعن ذکر نہ کرتا۔ اور یا حسین احمد اس کا رد کر دیتا۔ مگر حسین احمد نے اس کا کوئی رد نہیں کیا۔

مولانا حفظ الرحمان صاحب نے کہا کہ مولانا الیاس کاندھلوی صاحب کی تبلیغی جماعت کو حکومت برطانیہ کی طرف سے بذریعہ حاجی رشید احمد صاحب رقم ادا کی جاتی تھی۔ (مکالمۃ الصدرین مطبوعہ دیوبند صفحہ ۳۸ سطر ۳)

مذہبی جلوسوں پر پابندی اس لیے کہ میلادِ مصطفیٰ کے جلوس کی مخالفت کرنا ہے۔ لیکن خود غیر مذہبی جلوس نکالنے کے پابند ہیں۔ چوں کہ موجودہ حکومت کے خلاف اس لیے جلوس نکالنا ہیں کہ یہ کمزور ہو جائے دنگا فساد برپا کرنا کہ حکومت پریشان ہی رہے اگر حکومت کو سکون میسر ہوا تو ملک کے بارے میں اچھی اچھی اصلاحات سوچے گی جس سے ملک مضبوط ہوگا۔ لیکن ان لوگوں کو یہ بات قطعاً پسند

نہیں کہ ملک پاکستان مضبوط ہو۔لیکن ان کے جو پہلے سر براہ تھے انھوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا تھا کہ پاکستان نہ بنے۔ ہندو اور انگریز بھی مکمل طور پر پاکستان کے دشمن تھے۔اب چوں کہ خدا کے فضل سے پاکستان معرضِ وجود میں آ چکا تو یہ لوگ کوشش میں ہیں کہ یہ ملک تباہ ہو جائے۔اس لیے آئے دن فساد بم بلاسٹ، قتل و غارت، فساد انگیزی کی جو وارداتیں ہو رہی ہیں انھیں لوگوں کی خفیہ سرگرمیوں سے ہو رہی ہیں۔ مسلمانوں اور اہلِ پاکستان کو ان کی شرارتوں سے باخبر رہنا چاہیے۔ چوں کہ انھوں نے پاکستان کو نقصان پہنچانے کے لیے جلوس نکالنے ہی ہیں تو ان جلوسوں پر ان کی طرف سے کوئی پابندی نہیں ہے۔اسی لیے تو کہتے ہیں کہ مذہبی جلوس نہیں نکالنا چاہیے۔اب جلوس کا نیا نام رکھ لیا ہے۔جسے ریلی کہتے ہیں۔یعنی مذہبی جلوس نہیں نکال سکتے ریلی نکال سکتے ہیں۔یہ ریلی صرف نیم پلیٹ ہی بدلی ہے اصل کام اس میں جلوس کا ہی ہوتا ہے۔

یہ دیوبندیوں ہندوؤں اور انگریزوں کے گٹھ جوڑ کے تفصیلاً واقعات کے لیے کتاب ''دیوبندی مذہب'' از مولانا غلام مہر علی چشتیاں صاحب رحمۃ اللہ کا مطالعہ کریں۔

اس قسم کی بدحواس اعتراضات کا مکمل جواب اور دل کو سکون دینا چاہتے ہیں تو درج ذیل کتب کا مطالعہ ضرور کریں۔

۱- قرآن پاک، کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن از امام احمد رضا
۲- قرآن پاک، نورالعرفان فی تفسیر القرآن علامہ مفتی احمد یار خاں
۳- روحوں کی دنیا از اعلیٰ حضرت علامہ مولانا امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
۴- انوارِ ساطعہ از مولانا عبدالسمیع انصاری بیدل رامپوری
۵- جاء الحق از مفسر قرآن مفتی احمد یار خاں نعیمی

۶- گیارھویں شریف از علامہ صائم چشتی فیصل آباد

۷- دیو بندی مذہب از علامہ غلام مہر علی علیہ الرحمہ صاحب چشتیاں

۸- براہینِ صادق از ابوداؤد محمد صادق گوجرانوالہ

۹- مشعلِ راہ حضرت علامہ شہیر عبدالحکیم خاں اختر شاہ جہان پوری

۱۰- فخر الواعظین از علامہ فخر الدین کاٹھیاوار

جشنِ صد سالہ دیوبند کا بیان

۲۱-۲۲-۲۳ مارچ ۱۹۸۰ء

صد سالہ جشن دیوبند کے لیے تاریخ ۲۳ مارچ اس لیے مقرر کی گئی تھی کہ ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء میں قراردادِ پاکستان منظور ہوئی تھی اس میں دیوبندیوں نے ہندوؤں کے ساتھ مل کر پاکستان کی خوب مخالفت کی تھی۔ چوں کہ ۲۳ مارچ کو متحدہ قومیت یعنی ہندو اور دیوبندیوں وہابیوں میں خوب اتحاد تھا۔ اور اب بھی ہے لہٰذا ۲۳ مارچ کو سابقہ روایات کو قائم رکھتے ہوئے صد سالہ جشن دیوبند کے لیے ۲۳ مارچ کی تاریخ مقرر کی گئی۔ دراصل دیوبندیت اور وہابیت کا اتحاد تو انگریز کے ساتھ اسی وقت ہو گیا تھا جب انگریز نے ۱۸۵۷ء میں ہندوستان میں قدم جمائے شروع کیے تھے انھیں ملک فتح کرنے کے لیے زر خرید علما درکار تھے۔ تو دیوبندی علما اور وہابی علما کار آمد ثابت ہوئے۔ چناں چہ گورنر سر جیمس نے کہا:

”آج میں (یعنی گورنر سر جیمس) آپ سب سے ملا اور مجھے یہ یقین دلانے کا موقع ملا کہ گورنمنٹ برٹش آپ کی اور اس مدرسہ دیوبند کی نہایت وقعت اور منزلت کرتی ہے۔

پھر اس نے مدرسہ دیوبند کو خصوصی انعام روپیہ دینے کا اعلان کیا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ دنیاوی طریقہ سے آپ کی مدد کرنا چاہتا ہوں۔ مگر آپ خوب یقین کیجیے کہ جس وقت آپ خواہش کریں گے تو میں مدد دینے کے لیے تیار ہوں۔“

(ہفت روزہ المشیر، مراد آباد، ۱۸ مارچ 1915ء صفحہ ۷ کالم ۱)

پھراس کے بعد انگریزوں نے ایک لاکھ چار ہزار روپیہ بوساطت نواب عبدالصمد دے کر اپنے نمک حلال دیوبندی مولویوں کو خوب نوازا۔

(اخبار، المشیر مرادآباد ۲۵ مارچ ۱۹۱۵ء صفحہ ۹ کالم ۲)

۱- ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو قرارداد پاکستان منظور ہوئی تو کانگرسی دیوبندی مولویوں نے کہا مسلم لیگ والے سب کے سب ارباب اغراض اور رجعت پسند ہیں۔ لہٰذا ووٹ کانگریسیوں کو دو۔ (خلاصہ چمنستان ظفر علی خاں صفحہ ۱۵۱)

۲- کانگریس جمعیۃ العلماء ہند کے اجلاس دہلی میں مولوی حبیب الرحمٰن اور مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری نے مسلم لیگ کو جو گالیاں سنائیں ان کا ذکر اخباروں میں آچکا ہے۔ ان لوگوں نے محمد علی جناح کو یزید اور مسلم لیگ کے کارکنوں کو یزیدیوں سے تشبیہ دی۔ (اخبار انقلاب لاہور ۱۵ مارچ ۱۹۳۹ء)

۳- جو لوگ مسلم لیگ کو ووٹ دیں گے وہ سؤر ہیں اور اور سؤر کھانے والے ہیں۔ (چمنستان ظفر علی خان صفحہ ۱۶۵)

۴- نئی دہلی ۲۷/ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو مولانا حسین احمد مدنی نے مسلم لیگ میں مسلمانوں کی شرکت کو حرام قرار دیا اور قائد اعظم کو کافر اعظم کا لقب دیا۔

(مجموعہ مکالمۃ الصدرین صفحہ ۴۸)

۵- عطاء اللہ بخاری نے کہا کہ پاکستان ایک بازاری عورت ہے جس کو احرار نے مجبوراً قبول کیا۔

(رپورٹ تحقیقاتی عدالت صفحہ ۲۷۴ بحوالہ روزنامہ ملاپ ۴۵-۱۲-۱۷ استقلال نمبر روزنامہ جدید نظام ۱۹۵۰ وغیرہ)

۶- نوائے وقت لاہور نے ۲۶ اگست ۱۹۷۱ء میں لکھا ہے کہ عطاء اللہ شاہ بخاری کی خطابت کو کانگریسی آلہ کار ہی کی خطابت کہا جا سکتا ہے۔ اس امر سے کسی

کو بھی انکار نہیں کہ ان کی خطابت نے مجموعی طور پر مسلمانوں کو بے حد نقصان پہنچایا۔

۷۔ مولوی محمد علی جالندھری نے ''تقسیم سے پہلے اور تقسیم کے بعد پاکستان کے لیے 'پلیدستان' کا لفظ استعمال کیا۔''

(رپورٹ تحقیقاتی عدالت، صفحہ ۲۷۴، بحوالہ روزنامہ ملاپ، ۴۵-۱۲-۲۷، استقلال نمبر، روزنامہ جدید نظام ۱۹۵ وغیرہ)

۸۔ مفتی محمود نے ۱۷ستمبر ۱۹۷۵ کو بمقام کوٹھی ظہور الٰہی گلبرگ لاہور میں متحدہ محاذ کے اجلاس میں کہا: خدا کا شکر ہے ہم پاکستان بنانے کے گناہ میں شامل نہیں تھے۔ (ہفت روزہ الجمعیت، پنڈی ۷ دسمبر ۱۹۷۳، صفحہ ۱۴)

۹۔ مفتی محمود اپنے معتقدین میں کہتے رہتے ہیں ''پاکستان ٹوٹتا ہے تو ٹوٹے ہمیں کیا ہمارے اکابر پاکستان کے خلاف تھے۔''

(ہفت روزہ الجمعیت پنڈی ۷ دسمبر ۱۹۷۳ صفحہ ۱۴)

۱۰۔ مفتی محمود نے راول پنڈی کی محفل میں کہا ''میں پنجابیوں پر پیشاب کرتا ہوں'' یہ الفاظ کہتے وقت انھوں نے مولانا عبیداللہ انور اور مولانا عبیداللہ درخواستی، مولانا احمد علی لاہوری شورش کاشمیری وغیرہ اپنے اکابر کو بھی نہ چھوڑا۔ (ہفت روزہ الجمعیت پنڈی ۷ دسمبر ۱۹۷۳ صفحہ ۱۴)

۱۱۔ مفتی محمود نے فتویٰ دیا تھا کہ ''مسلم لیگ کو ووٹ دینے والوں کا نکاح فسخ ہو جاتا ہے۔'' (روزنامہ ندائے ملت لاہور ۷-۶-۳۰)

۱۲۔ دیوبندی غلام خانی مکتب فکر کے ترجمان ماہنامہ ''تعلیم القرآن'' راول پنڈی نے مارچ ۱۹۶۵ء کے صفحہ ۴۴ پر لکھا ہے کہ ''دیوبند کی سیاسی فکر کی عملی تفسیر جمعیت العلماء ہند تھی جو کانگرس کی موید و معاون تھی۔''

(کتاب اشرف الافادات صفحہ ۱۸،۱۷، از مولانا عبدالاحد سورتی اشاعت یکم اپریل ۱۹۴۶ء)

۱۳- اعتراف مودودی۔ ''مسلم لیگ کی حمایت میں اگر کبھی کوئی لفظ میں (مودودی) نے لکھا ہوتو اس کا حوالہ دیا جائے۔''

(ماہنامہ ترجمان القرآن جولائی ۱۹۳۸ء)

۱۴- مولوی محمد ابراہیم سیال کوٹی نے لکھا ہے کہ ''بہت سے اہل حدیث علماء اور عوام وامرا کانگرس کا ساتھ دیتے تھے۔'' (احتفال الجمہور صفحہ ۱۲۰)

حضرات یہ اس وقت کے حوالہ جات ہیں جب مسلم لیگ اور کانگرس میں خوب زور شور سے مخالفت ہورہی تھی۔ کانگرس پاکستان کے قطعاً مخالف تھی ایسے وقت میں کانگرس کا ساتھ دینا کیسا اسلام ہے یعنی اس وقت کفر اور اسلام کی جنگ تھی کانگرس کے حامی تمام ہندو اور کافر تھے اور مسلم لیگ جس کے معنی ہیں مسلمان لوگ ایسے وقت میں مسلمانوں کا ساتھ چھوڑ کر بلکہ ان کی مخالفت میں کافروں کا ساتھ دینا کہاں کا اسلام ہے؟ قرآن پاک گواہ ہے۔ فرمایا:

''اے ایمان والو یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انھیں میں ہے اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انھیں میں ہیں بے شک اللہ تعالیٰ بے انصافوں کو راہ نہیں دیتا۔'' (المائدہ:۵۱)

اس سے معلوم ہوا کہ کفار سے محبت رکھنا منافقوں کی علامت ہے اور جب اہلِ کتاب سے محبت حرام تو مشرکین سے بدرجہ اولیٰ حرام ہے کیوں کہ یہ ان سے بدتر ہیں۔ بلکہ فرمایا تم بھی انھیں میں سے ہو جاؤ گے اگر ان سے محبت کرو گے۔

اے آنکھوں والو عبرت پکڑو۔

اسی طرح کی بے انتہا گالیوں اور نفرت آمیز بیان پڑھنے ہوں تو دیوبندی مذہب از علامہ غلام مہر علی چشتیاں کا مطالعہ کیجیے۔

اسی طرح الیکشن ۱۹۴۶ء میں جس میں صرف دو پارٹیاں الیکشن لڑ رہی تھیں۔ ایک کانگریس اور دوسری مسلم لیگ آپ انصاف فرمائیں کہ مسلم لیگ جو پاکستان کے حق میں الیکشن لڑ رہی تھی اس کی مخالفت کر کے کانگرس کی حمایت کرنا کہاں کا اسلام ہے اور کانگریس کے ٹکٹ پر مسلم لیگ کے مقابل آئے اور الا ماشاءاللہ ضمانتیں بھی ضبط ہو گئیں۔

اور جبکہ تمام دیوبندی کانگرسی و احراری، انگریز اور ہندوؤں کے اشارے سے پاکستان کو پلیدستان کہہ رہے تھے۔ ہندوؤں سے نوٹوں کی تھیلیاں وصول کر کے دیوبندی کانگرسی اور احراری پوری سرگرمی سے کانگرس کا پروپیگنڈہ کر رہے تھے۔

(چمنستان)

تو اس وقت سرزمین ہند کے تمام اکابر و ممتاز دو ہزار سنی بریلوی مشائخ علمائے کرام اور لاکھوں کی تعداد میں مسلمانوں کی ایک سٹیج پر کھڑے ہو کر آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس منعقدہ ۲۷/اپریل ۱۹۴۶ء میں پاکستان کے تمام دشمنوں کو چیلنج کر کے یہ اعلان فرما رہے تھے:

۱- آل انڈیا سنی کانفرنس کا یہ اجلاس مطالبہ پاکستان کی پُر زور حمایت کرتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ علماء مشائخ اہل سنت اسلامی حکومت کے قیام کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لیے ہر امکانی قربانی کے لیے تیار ہیں اور یہ اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ایک ایسی حکومت قائم کریں جو قرآن اور حدیث نبویہ ﷺ کی روشنی میں فقہی مسائل کے مطابق ہو۔

۲- یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ اسلامی حکومت کے لیے مکمل لائحہ عمل مرتب کرنے کے لیے ایک کمیٹی بنائی جاتی ہے۔

اس کے بعد تمام علماء کرام مشائخ کرام نے ملک کے ہر شہر، ہر بازار، دیہات گویا ہر جگہ جلسے جلوس اجتماعات میں پاکستان کے حق میں بیانات دیئے اور تقریریں کیں۔ جن کی اس قدر مساعی جمیلہ سے پاکستان معرضِ وجود میں آیا اور مخالفین کی ضمانتیں ضبط ہوئیں۔

اس کے بعد پاکستان میں جب ۳۳، ۳۴ سال گزرے تو نئی پود کے ذہن سے یہ بات پرانی ہوگئی کہ دیوبندی اور وہابیوں کا ہندوؤں کے ساتھ اتحاد رہا ہے تو اس بات کو اجاگر کرنے کے لیے صد سالہ جشن دیوبند کا انعقاد کیا گیا۔

شانِ رسالت وجشنِ میلاد النبی ﷺ کی عداوت کے مرکز اور کانگرس کی حمایت اور مسلم لیگ و پاکستان کی مخالفت کے مرکز دارالعلوم دیوبند کا ۲۱-۲۲-۲۳ مارچ ۱۹۸۰ء کو صد سالہ جشن منایا گیا۔ اور اس موقع پر اندرا گاندھی کی کانگرس حکومت نے جشن دیوبند کو کامیاب بنانے کے لیے "ریڈیو، ٹی وی، اخبارات، ریلوے وغیرہ تمام متعلقہ ذرائع سے ہر ممکن تعاون کیا۔ بھارتی محکمہ ڈاک وتار نے اس موقع پر تیس پیسے کا ایک یادگاری ٹکٹ جاری کیا جس پر دیوبند کی تصویر شائع کی گئی۔ یہی نہیں بلکہ ان کی اندرا دیوی نے بنفس نفیس جشن دیوبند کی تقریبات کا افتتاح کیا۔ اپنے دیدار و آواز اور نسوانی اداؤں سے دیوبندی ماحول کو مسحور کیا اور دیوبند کے اسٹیج پر تالیوں کی گونج میں اپنے خطاب سے جشن دیوبند کو مستفیض فرمایا۔ بانی دیوبند کے نواسے اور مدرسہ دیوبند کے بزرگ مہتمم قاری محمد طیب صاحب نے اپنی اندرا دیوی کا "عزت مآب وزیر اعظم ہندوستان" کہہ کر خیر مقدم کیا اور اسے بڑی بڑی ہستیوں میں شمار کیا۔ اور ان کی اندرا دیوی نے اپنے خطاب میں بالخصوص کہا کہ "ہماری آزادی اور قومی

تحریکات سے دارالعلوم دیوبند کی وابستگی اٹوٹ رہی ہے۔" علاوہ ازیں جشن دیوبند کے اسٹیج سے پنڈت نہرو کی راہنمائی و متحدہ قومیت کے سلسلہ میں بھی دیوبند کے کردار کو اہتمام سے بیان کیا گیا۔ بھارت کے پہلے صدر راجندر پرشاد کے حوالہ سے دیوبند کو آزادئ ہند کا ایک مضبوط ستون قرار دیا گیا ہے۔

(یادگار اخباری دستاویزات نئی دہلی۔ ۳۱ مارچ ۱۹۸۰ء ریڈیو رپورٹ اے آئی آر)

"دارالعلوم دیوبند کی صد سالہ تقریبات شروع ہوگئیں۔ بھارت کی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی نے تقریبات کا افتتاح کیا۔"

(روزنامہ مشرق نوائے وقت لاہور، ۲۲-۲۳ مارچ ۱۹۸۰ء)

روزنامہ جنگ کراچی ۳ اپریل ۱۹۸۰ء کی ایک تصویر میں مولویوں کے جھرمٹ میں ننگے منہ، ننگے سر، برہنہ بازو عورت کو تقریر کرتے ہوئے دیکھا گیا ہے اور تصویر کے نیچے لکھا ہوا ہے۔ "مسز اندرا گاندھی دارالعلوم دیوبند کی صد سالہ تقریبات کے موقع پر تقریر کر رہی ہیں۔" (روزنامہ نوائے وقت لاہور ۹ راپریل ۱۹۸۰ء)

دیگر شرکا، جشن دیوبند میں مسز اندرا گاندھی کے علاوہ مسٹر راج نرائن، جگ جیون رام، مسٹر بھوگتا نے بھی شرکت کی۔ (روزنامہ جنگ کراچی، ۱۱ راپریل ۱۹۸۰)

جشنِ دیوبند کے مندوبین نے واپسی پر بتایا کہ جشن دیوبند کی تقریبات پر بھارتی حکومت نے ڈیڑھ کروڑ روپے خرچ کیے۔ (روزنامہ امروز لاہور ۲۷ رمارچ ۱۹۸۰ء)

مرکزی حکومت نے قصبہ دیوبند کی نوک پلک درست کرنے کے لیے ۳۰ لاکھ روپیہ کی گرانٹ الگ مہیا کی۔ (روزنامہ جنگ راول پنڈی، ۲ راپریل ۱۹۸۰ء)

حضرات آپ نے دیکھ لیا کہ اہل سنت کو مشابہ کفر کہتے ہیں اور خود کفر سے مکمل طور پر منسلک، منہمک اور متحد ہو چکے ہیں۔

یہ تھے اس اشتہار کے جوابات۔

ہم تمام مسلمانوں کو قرآن پاک اور احادیث مصطفیٰ ﷺ کا پوری طرح پابند ہونا چاہیے اور آپس کے اختلافی مسائل میں الجھنے کی بجائے کفر کے خلاف متحد ہونا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہمارا خاتمہ بالخیر ایمان پر فرمائے۔

آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین رحمۃ اللعالمین ﷺ۔

امام وخطیب جامع مسجد رضا، مکان نمبر۵، گلی نمبر۷، محلہ چاہ موتیا، داتا نگر بادامی باغ لاہور۔۲۰۱۱-۸-۲۳۔

گلِ کاغذ کو کس خوبی سے گلشن میں سجایا ہے
اِس صیاد نے بلبل کو بھی اُلو بنایا ہے

سرسید احمد خان کا اصلی روپ

مناظرِ اہلسنت علامہ مولانا
مفتی راشد محمود رضوی مدظلہ العالی

مکتبہ نور بصیرت کراچی